ماہنامہ

آئینہ انجمن

ذی الحجہ 1447ھ / جون 2026ء

شمارہ نمبر: 87

021-34993436-7

www.QuranAcademy.edu.pk

مرکزی دفتر انجمن خدام القرآن سندھ کراچی رجسٹرڈ B-375 علامہ شبیر احمد عثمانیؒ روڈ، بلاک 6 گلشن اقبال، کراچی۔

آئینۂ انجمن

فہرست مضامین

نمبر	عنوان	مصنف	صفحہ
01	فرمان باری تعالیٰ و فرمان نبوی ﷺ	- - -	02
02	فلسفۂ شہادت اور شہادت علی الناس کا عظیم فریضہ	ڈاکٹر انوار علی ابرار	03
03	حمد باری تعالیٰ و نعت رسول پاک ﷺ	ڈاکٹر خواجہ عابد نظامی / جگر مراد آبادی	04
04	ملفوظات صدر مؤسس انجمن خدّام القرآن	ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ	05
05	اقتباس نگران انجمن خدّام القرآن	شجاع الدین شیخ	06
06	پیغام قرآن (پانچویں قسط)	حافظ انجینئر نوید احمد رحمۃ اللہ علیہ	07
07	مضطرب نسل	فاروق احمد	12
08	خلیفۂ سوم سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ	امین اللہ معاویہ	17
09	قربانی کا حاصل	ارسلان احمد خان	23
10	نوجوان اور قرآن	محمد حاذق	25
11	مصنوعی ذہانت، انسانی مستقبل اور اسلامی شریعت	احمد حمدی	27
12	انجمن خدّام القرآن کے تحت جاری سرگرمیاں	ماہانہ رپورٹ	31
13	شعبہ ملٹی میڈیا	ماہانہ رپورٹ	35

فرمانِ الٰہی جل جلالہٗ

وَ لَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَ لَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ؕ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؕ وَ لَىِٕنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِیْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّ لَا نَصِیْرٍ ﴿۱۲۰﴾ [البقرة: 120]

ترجمہ: اوریہود و نصاریٰ تم سے اس وقت تک ہرگز راضی نہیں ہوں گے جب تک تم ان کے مذہب کی پیروی نہیں کروگے۔ کہہ دو کہ حقیقی ہدایت تو اللہ ہی کی ہدایت ہے۔ اور تمہارے پاس (وحی کے ذریعے) جو علم آگیا ہے اگر کہیں تم نے اس کے بعد بھی ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی کرلی تو تمہیں اللہ سے بچانے کے لیے نہ کوئی حمایتی ملے گا نہ کوئی مددگار۔

تشریح: اس جگہ خدا تعالیٰ آنحضرت ﷺ کو یہ بات بتلاتا ہے کہ گو یہ دین حق ہے اور اس کی اندرونی و بیرونی خوبیاں اس کی حقانیت کی روشن دلیلیں ہیں جن سے دل میں مخالف بھی قائل ہیں اگر ضد اور تعصب سے یہود و نصاریٰ آپ سے اس وقت تک کہ آپ خود ان کی جہالت و ضلالت کے جس کو انہوں نے مذہب ملت بنا رکھا ہے تابع نہ ہوجائیں گے، دین حق ماننا تو درکنار آپ سے خوش بھی نہ ہوں گے، آپ ان ازلی بے نصیبوں سے کوئی طمع ہدایت پر آنے کی نہ رکھیں اور ان کی طمع کاریوں کو ہدایت نہ سمجھیں۔ اس لیے کہ ہدایت تو وہی ہے جو منجانب اللہ ہے، نہ ان کے تراشیدہ خیالات جو حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کے بعد ان کے مشائخ و علما نے پیدا کیے ہیں، آپ ہرگز ان کی خواہشوں پر نہ چلیں۔ آپ سے یہود درخواستیں کیا کرتے تھے کہ اگر فلاں امر میں ہمارا کہنا مان لیں تو ہمارا آپ کا اختلاف جاتا رہے۔ کبھی تحویل قبلہ کی درخواست ہوتی تھی، کبھی جانوروں کی حلت و حرمت میں اتفاق چاہتے تھے، کبھی اور احکام میں تبدل و تغیر کی درخواست کرتے تھے، چونکہ آنحضرت ﷺ کو گمراہوں کی ہدایت پر آنے کی ازحد حرص تھی، ممکن تھا کہ آپ مصلحت وقت کا لحاظ کرکے جزئیات احکام میں ان کا کہا مان لیتے کہ وہ اصول مذہب میں آپ کی پیروی کرتے مگر اس بات سے بھی خدا تعالیٰ نے بہت مؤکد پیرایہ میں آپ کو منع کردیا کہ آپ ہرگز ایسا نہ کریں کیونکہ آپ کے پاس علم آچکا، حقائق الامور منکشف ہوگئے۔ اگر ایسا کروگے تو تم پر سے سایہ فضلِ الٰہی اٹھ جائے گا۔ وہی زہر تم میں بھی سرایت کرجائے گا پھر تمہارے لیے جو ولایت اور حمایتِ الٰہی غیب سے مقرر ہوچکی ہے باقی نہ رہے گی۔ (تفسیر حقانی۔۔۔ مولانا عبد الحق حقانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عَنْ عَبْدِاللهِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: رَجُلٌ يَا نَبِيَّ اللَّهِ! مَنْ أَكْيَسُ النَّاسِ وَأَحْزَمُ النَّاسِ؟ قَالَ: «أَكْثَرُهُمْ ذِكْرًا لِلْمَوْتِ، وَأَشَدُّهُمُ اسْتِعْدَادًا لِلْمَوْتِ قَبْلَ نُزُولِ الْمَوْتِ، أُولَئِكَ هُمُ الْأَكْيَاسُ ذَهَبُوا بِشَرَفِ الدُّنْيَا وَكَرَامَةِ الْآخِرَةِ». (الطبرانی فی معجم الصغیر، رقم الحدیث:1048)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ اے اللہ کے پیغمبر! بتلائیے کہ آدمیوں میں کون زیادہ ہوشیار اور دور اندیش ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: وہ جو موت کو زیادہ یاد کرتا ہے، اور موت کے لیے زیادہ سے زیادہ تیاری کرتا ہے جو لوگ ایسے ہیں وہی دانشمند اور ہوشیار ہیں، انہوں نے دنیا کی عزت بھی حاصل کی، اور آخرت کا اعزاز و اکرام بھی۔

تشریح: جب یہ حقیقت ہے کہ اصل زندگی آخرت ہی کی زندگی ہے، جس کے لیے کبھی فنا نہیں، تو اس میں کیا شبہ کہ دانشمند اور دور اندیش اللہ کے وہی بندے ہیں جو ہمیشہ موت کو پیشِ نظر رکھ کر اس کی تیاری کرتے رہتے ہیں، اور اس کے برعکس وہ لوگ بڑے ناعاقبت اندیش اور احمق ہیں جنہیں اپنے مرنے کا تو پورا یقین ہے لیکن وہ اس سے اور اس کی تیاریوں سے غافل رہ کر دنیا کی لذتوں میں مصروف اور منہمک رہتے ہیں۔ (معارف الحدیث)

فلسفہ شہادت اور شہادت علی الناس کا عظیم فریضہ

ڈاکٹر انوار علی ابرار

محرم الحرام اسلامی سال کا پہلا مہینہ ہے جو اپنے دامن میں عظیم الشان تاریخی واقعات اور جلیل القدر ہستیوں کی قربانیوں کی داستانیں سمیٹے ہوئے ہے۔ یہ مہینہ آتے ہی مومن کے ذہن میں جو پہلا خیال ابھرتا ہے وہ شہادت کا ہے۔ اسلامی تاریخ کا ہر ورق شہادتوں سے مزین ہے، لیکن محرم کے گرد تین بڑی شخصیات کی شہادتیں وابستہ ہیں: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ (یکم محرم)، ان سے چند روز قبل حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ (18 ذوالحجہ) اور پھر 10 محرم کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی عظیم قربانی۔

قرآن مجید کی روشنی میں شہادت کا اصل مفہوم محض جان دے دینا نہیں، بلکہ اس کا سب سے بڑا مقصد ''شہادت علی الناس'' ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ [البقرة: 143] (اور اسی طرح ہم نے تمھیں ایک امتِ وسط بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو)۔ شہادت کے لغوی معنیٰ ''حاضر ہونا'' یا ''گواہی دینا'' کے ہیں۔ اللہ کی راہ میں مارے جانے والے مردہ نہیں بلکہ زندہ ہیں، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ [البقرة: 154]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شہادت علی الناس کا حق تین طرح سے ادا فرمایا:

دعوت کے ذریعے: آخری سانس تک حق کی وضاحت اور اعتراضات کے جوابات دے کر۔

ذاتی کردار کے ذریعے: اپنے قول و فعل کی یکسانیت سے، کیونکہ قول و فعل کا تضاد اللہ کی ناراضگی کا سبب ہے۔

اجتماعی جدوجہد کے ذریعے: حق کی اقامت کے لیے مکی اور مدنی دور کے تمام مصائب کو برداشت کر کے۔

آج محرم کا مہینہ ہمیں یہ پیغام دیتا ہے کہ شہادت محض ایک تاریخی واقعہ نہیں، بلکہ ایک مستقل فریضہ ہے۔ یومِ عاشورہ کی فضیلت قدیم ہے، اسی دن اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے نجات دلائی تھی۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اسی دن اپنی جان قربان کر کے اس مرتبے کو مزید جلا بخشی کہ باطل کے سامنے سر نہیں جھکانا۔

عملی کرنے کا کام (Action Plan)

اس محرم الحرام میں ہم درج ذیل عملی نکات پر عمل پیرا ہو کر شہادت کے حقیقی فلسفے کو اپنی زندگیوں میں شامل کر سکتے ہیں:

یومِ عاشورہ کا روزہ: سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی میں 10 محرم کا روزہ رکھیں، جو پچھلے ایک سال کے گناہوں کے کفارے کا ذریعہ ہے۔

قول و فعل میں ہم آہنگی: اس بات کا عزم کریں کہ ہم جو دین دوسروں کو بتائیں گے، پہلے اس پر خود عمل کرنے کی کوشش کریں گے۔ قرآن کے مطابق: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ [الصف: 2] (اے ایمان والو! وہ کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو)۔

شہادت علی الناس کا شعور: اپنے حلقۂ احباب میں یہ پیغام عام کریں کہ امتِ مسلمہ کا مقصدِ وجود دنیا بھر کے انسانوں کے سامنے اللہ کے دین کی سچی گواہی دینا ہے، علمی و عملی اعتبار سے۔ (علم سے قائل کرنا ہے اور عمل سے دکھانا ہے کہ اللہ کے احکامات آج بھی قابلِ عمل ہیں)۔

برائی کے خلاف جدوجہد: حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق اگر معاشرے میں غلط کام ہوتے دیکھیں تو اسے ہاتھ، زبان یا کم از کم دل سے برا جان کر اصلاح کی کوشش کریں، کیونکہ اس کے بعد ایمان کا کوئی درجہ نہیں۔

محاسبۂ نفس: ہر قدم پر یہ سوچیں کہ کیا میرا طرزِ زندگی اسلام کے لیے ایک خوبصورت گواہی بن رہا ہے یا میرے عمل سے لوگ دین سے متنفر ہو رہے ہیں۔

حمدِ باریٔ تعالیٰ جلّ جلالہٗ

نام لوں کیوں نہ شب و روز خدایا تیرا
تو ہے معبود مرا، اور میں بندہ تیرا

کون سی جا ہے، نہیں جس میں اُجالا تیرا
کون سی شے ہے وہ، جس میں نہیں جلوہ تیرا

ختم ہو جائے گی اک روز یہ دنیا ساری
ذکر لیکن کبھی کم ہو نہیں سکتا تیرا

ہیں جو دنیا کے سہارے وہ سبھی جھوٹے ہیں
اس لیے ہے مجھے، اللہ! بھروسا تیرا

تو کسی سے ہے نہ پیدا نہ کوئی ہے تجھ سے
میرے مولیٰ! نہیں ثانی، نہیں ہمتا تیرا

باقیا! تجھ کو تخیل سے بھلا کیا نسبت
عقلِ فانی کے نہیں بس کا سمجھنا تیرا

کوئی دولت پہ ہے نازاں، تو کوئی ثروت پر
ترے صابرؔ کو ہے بس ایک بھروسا تیرا

(ڈاکٹر صابر سنبھلی)

نعتِ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

اتنا ہے یاد اشک رواں رات بھر رہے
اپنی نہیں خبر کہ کہاں رات بھر رہے

آتے رہے خیال مدینے کے بار بار
آنکھوں میں خلد جیسے سماں رات بھر رہے

ہم تھے ہجوم شوق تھا جلوے حضور کے
کیا کیا نہ جشن کہکشاں رات بھر رہے

اپنا بھی کچھ تو حال کہو اے ملائکہ!
ہم سے تو پوچھتے ہو کہاں رات بھر رہے

درائے رنگ و نور تھا اپنے عروج پر
خوشبو کا دیس تھا وہ جہاں رات بھر رہے

محوِ خرام کون تھا خوش رنگیوں کے ساتھ
قدموں کے میرے دل پہ نشاں رات بھر رہے

ہم کو بھی چین تھا نہ کسی طور پر قرار
ہم بھی مثال ریگ رواں رات بھر رہے

(مسرور کیفی)

ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

عالمِ اسلام پر مغرب کی سیاسی و فکری یورش

فطرت کی ان نو تسخیر شدہ قوتوں سے مسلح ہو کر مغرب جب مشرق پر حملہ آور ہوا تو دیکھتے ہی دیکھتے ایک سیلاب کے مانند پورے کرۂ ارضی پر چھا گیا اور مشرقی اقوام اور ان کی عظیم حکومتیں اور سلطنتیں اس سیلاب میں ریت کے کچے گھروندوں کی طرح بہتی چلی گئیں۔ اس سیلاب کا اوّلین شکار چونکہ مشرق قریب اور مشرق وسطیٰ تھے جہاں مسلمان آباد تھے۔ لہٰذا اس کی سخت ترین یورش اسلام اور اہل اسلام پر ہوئی اور چند ہی سالوں کے اندر اندر پورا عالم اسلام یورپ کے زیر نگیں ہو گیا۔

عالم اسلام پر مغرب کا یہ استیلا دو گونہ تھا، یعنی عسکری و سیاسی بھی اور ذہنی و فکری بھی۔ لیکن یورپ کی اوّلین اور نمایاں ترین یورش چونکہ سیاسی تھی لہٰذا عالم اسلام میں جو ردِ عمل اس کے خلاف پیدا ہوا اس میں بھی اولاً اسی کا احساس غالب نظر آتا ہے۔ ملتِ اسلامی کے اس تلخ احساس نے کہ یورپ نے کہیں براہِ راست تسلط اور قبضے اور کہیں انتداب و تحفظ و حمایت کے پردے میں اسے اپنا محکوم بنا لیا ہے اور اسے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم کر کے اس کی وحدت ملی کو پارہ پارہ کر دیا ہے، بارہا دردانگیز نالوں کی صورت اختیار کی اور اپنے شاندار ماضی کی حسرت بھری یاد، اپنی ''عمر رفتہ'' اور عظمت و سطوتِ گزشتہ کے بازیافت کی شدید تمنا اور ''گردش ایام'' کو پیچھے کی طرف لوٹانے کی بے پناہ خواہش نے کبھی سید جمال الدین افغانی کی سیماب وَش شخصیت کا روپ دھارا اور کبھی تحریک خلافت کی صورت اختیار کی، لیکن حقائق نے ہر بار جذبات و خواہشات کا منہ چڑایا اور مغرب کی سیاسی بالادستی رفتہ رفتہ ایک تسلیم شدہ واقعہ کی صورت اختیار کرتی چلی گئی۔

اپنے سیاسی تسلط کو مستحکم کرتے ہی یورپ نے دنیائے اسلام میں اپنے افکار و نظریات کا پرچار اور اپنے نقطۂ نظر اور طرز فکر کی تبلیغ ---- یعنی ذہنی و فکری تسخیر کا سلسلہ بھی شروع کر دیا۔ نگاہیں مغرب کی مادی ترقی سے پہلے ہی خیرہ ہو چکی تھیں، پھر زندہ قوموں میں ہمیشہ کچھ بنیادی انسانی اوصاف لازماً موجود ہوتے ہی ہیں۔ کچھ ان کی بنا پر مرعوبیت میں اضافہ ہوا۔ نتیجتاً ایک مرعوب اور شکست خوردہ ذہنیت کے ساتھ مسلمانانِ عالم کے سوادِ اعظم نے مغربی افکار و نظریات کو جوں کا توں قبول کرنا اور حرزِ جاں بنانا شروع کر دیا۔

(اسلام کی نشأۃ ثانیہ کرنے کا اصل کام)

اقتباس نگرانِ انجمن خُدّامُ القرآن، کراچی

شجاع الدین شیخ حفظہ اللہ

قرآن و سنت: اصلاح معاشرہ کا واحد راستہ

جب نسل آدم نے اللہ کی بھیجی ہوئی ہدایت سے انحراف کیا تو فساد وہیں سے شروع ہوگیا۔ پھر بھی ہر دور میں لوگوں کی اصلاح کے لیے اللہ تعالیٰ نے پیغمبر بھیجے، آسمانی کتابیں نازل فرمائیں۔ یہ سلسلہ اللہ کے آخری رسول ﷺ اور آخری کتاب قرآن مجید پر آکر مکمل ہوا۔ اب قرآن و سنت ہی ہمارے لیے راہ ہدایت ہیں جن کے ذریعے اصلاح معاشرہ کا کام ہو سکتا ہے۔ اس کی مخالفت کرنا، اس کے حصول میں رکاوٹیں ڈالنا بھی فساد ہے۔ جیسا کہ سورۃ البقرہ کے دوسرے رکوع میں منافقین کے بارے میں فرمایا کہ سب سے بڑے فسادی یہ لوگ ہیں جو محمد مصطفیٰ ﷺ کی دعوتِ دین اور اقامتِ دین کی جدوجہد میں رکاوٹیں کھڑی کرتے ہیں۔ اسی طرح آج بھی اسلام کے نظام کی راہ میں جو رکاوٹیں ڈالتے ہیں وہ بھی فسادی شمار ہوں گے۔ ایسے لوگوں کی دعائیں قبول نہیں ہوں گی۔ دعا کی قبولیت کے لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں شرط بھی بتادی:

’’اور (اے نبی ﷺ!) جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں سوال کریں تو (ان کو بتا دیجیے کہ) میں قریب ہوں۔ میں تو ہر پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہوں جب بھی (اور جہاں بھی) وہ مجھے پکارے، پس انہیں چاہیے کہ وہ میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان رکھیں، تاکہ وہ صحیح راہ پر رہیں۔‘‘ [البقرۃ: 186]

دعا کی قبولیت کی گارنٹی اللہ کی طرف سے ہے مگر شرط یہ ہے کہ دعا مانگنے والا اللہ پر ایمان رکھتا ہو اور اللہ کا حکم مانتا ہو۔ گویا اللہ کہتا ہے کہ اگر تم چاہتے ہو کہ تمہاری دعائیں قبول ہوں تو تمہیں نافرمانی اور گناہ کے کام چھوڑنے ہوں گے۔ سرکشی اور بغاوت کا راستہ ترک کرنا ہوگا۔ احادیث میں ہے کہ قطع رحمی کرنے والا، حرام خوری کرنے والا، گناہ اور ظلم کرنے والا جب تک توبہ نہ کرے دعا قبول نہیں ہوتی۔ مسلم شریف کی ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ ایک بندہ کعبہ کا غلاف پکڑ کر اور گڑگڑا کر دعائیں مانگ رہا تھا، اس کا چہرہ، بال اور لباس گرد آلود تھے جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ طویل سفر کر کے کعبہ میں دعا مانگنے آیا تھا لیکن اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ایسے شخص کی دعا کیسے قبول ہو جس کا کھانا، پینا، لباس وغیرہ سب حرام کا ہو۔‘‘ حرام کمانا بھی فساد ہی ہے کیونکہ اس صورت میں بندہ کسی کا حق مارتا ہے، کسی پر ظلم کرتا ہے، لہٰذا فسادی لوگوں کی دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔

(ندائے خلافت، شمارہ نمبر16، خطاب جمعہ امیر محترم شجاع الدین شیخ صاحب، 17 اپریل 2026ء)

پیغام قرآن (پانچویں قسط)

حافظ انجینئر نوید احمد رحمۃ اللہ علیہ

حافظ انجینئر نوید احمد رحمۃ اللہ علیہ نے رمضان المبارک 1432ھ (مطابق 2011ء) میں قرآن اکیڈمی، ڈیفنس میں نمازِ تراویح کے دوران دورۂ ترجمہ قرآن کا شرف حاصل کیا۔ یہ مبارک سلسلہ نہ صرف سامعین کے قلوب کو منور کر گیا، بلکہ اس کی مکمل ویڈیو ریکارڈنگ بھی کی گئی، جو ''پیغامِ قرآن'' کے عنوان سے محفوظ اور دستیاب ہے۔

سورۃ البقرہ:

سورۃ البقرہ کے تیسرے رکوع میں قرآنِ مجید کی دعوت کا بیان ہے۔ اس میں ایمان کی دعوت بھی ہے اور عمل کی دعوت بھی۔ اس رکوع کا آغاز عمل کی دعوت سے ہوتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ ''اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو۔''

یہ قرآنِ مجید کا پہلا حکم ہے۔ اس سے پہلے کوئی حکم وارد نہیں ہوا۔ نہ سورۃ الفاتحہ میں کوئی حکم ہے اور نہ ہی سورۃ البقرہ کے پہلے دو رکوعوں کی ابتدائی بیس آیات میں کوئی حکم دیا گیا ہے۔ پہلے دو رکوعوں میں اندازِ بیان خبریہ ہے، جب کہ یہاں سے اللہ تعالیٰ پہلا حکم عطا فرما رہے ہیں، اور یہ انشائیہ انداز ہے۔ قرآنِ مجید کی دعوت کیا ہے اور اس کا پہلا حکم کیا ہے؟ ''اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو۔'' عبادت سے مراد اللہ تبارک و تعالیٰ کی غلامی ہے۔ عربی زبان میں ''عبد'' غلام کو کہتے ہیں۔ غلام اور ملازم میں بڑا فرق ہوتا ہے۔

ملازم کسی خاص کام کے لیے رکھا جاتا ہے، اس کی خدمت کے اوقات متعین ہوتے ہیں، یعنی اس کے Duty Hours ہوتے ہیں۔ لیکن غلام کے لیے نہ کوئی خاص کام متعین ہوتا ہے اور نہ ہی خدمت کے اوقات مقرر ہوتے ہیں۔ غلام کو ہر کام میں اپنے آقا کی اطاعت کرنی ہوتی ہے، اور ہر وقت، دن ہو یا رات، اپنے آقا کے احکامات پر عمل کرنا ہوتا ہے۔

اسی کا نام عبادت ہے کہ انسان اپنی زندگی کے چوبیس گھنٹے، ہر معاملے میں، اللہ تبارک و تعالیٰ کے حکم کو مانے۔ البتہ غلامی اور عبادت میں ایک بڑا فرق ہے۔ غلامی عموماً مجبوری کے تحت ہوتی ہے۔ بعض اوقات دل نہیں چاہ رہا ہوتا، لیکن غلام مجبور ہوتا ہے کہ اپنے آقا کا حکم مانے۔ جب کہ عبادت اسی وقت حقیقی عبادت بنتی ہے جب اس میں ذوق و شوق ہو، ولولہ ہو، محبت ہو، اور احسان مندی کے جذبے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے ہر حکم کی تعمیل کی جائے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ہر معاملے میں ذوق و شوق، محبت اور اخلاص کے ساتھ اپنی عبادت اور اطاعت کی توفیق عطا فرمائے۔

الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝۲۱

''جس نے تم سب کو پیدا کیا اور اُن لوگوں کو بھی پیدا کیا جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں، تاکہ تم بچ سکو۔''

تقویٰ کا لفظی معنی ہے: ''بچنا''۔ یعنی تاکہ تم بچ سکو۔ کس چیز سے بچ سکو؟

دنیا میں ذلت و رسوائی سے بچ سکو، در در کی ٹھوکریں کھانے سے بچ سکو۔ کیونکہ تمہارا مقصدِ تخلیق عبادت ہے، اور جب تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو گے

تو پھر تمہیں کسی اور کے سامنے سر جھکانے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ ؎

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

پس تم دنیا میں در در کی ٹھوکریں کھانے سے بھی بچ جاؤ گے، اور چونکہ تمہارا مقصدِ تخلیق عبادت ہے، اس لیے اگر تم نے اپنا مقصد پورا کر لیا تو آخرت میں بھی عذاب سے محفوظ رہو گے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے جنّوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔ لہٰذا اگر انسان اپنے مقصدِ حیات کو پورا کرے گا تو آخرت کے عذاب سے بچ جائے گا، اور اگر مقصد پورا نہیں کرے گا تو عذابِ آخرت کا شکار ہو گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو، جس نے تمہیں بھی پیدا کیا اور اُن لوگوں کو بھی پیدا کیا جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں۔''

یعنی صرف باپ دادا کی رسموں کو نہ نبھاؤ، اور نہ ہی ان کے معبودوں کی اندھی تقلید کرو۔ تمہارے باپ دادا کو بھی اللہ تعالیٰ ہی نے پیدا کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ یہ حکم اس لیے دے رہے ہیں تاکہ تم دنیا میں ہر در پر سر جھکانے کی ذلت سے بچ جاؤ، اور آخرت میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے عذاب سے محفوظ رہو۔

الَّذِیۡ جَعَلَ لَکُمُ الۡاَرۡضَ فِرَاشًا وَّ السَّمَآءَ بِنَآءً ۪ وَّ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخۡرَجَ بِہٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزۡقًا لَّکُمۡ ۚ فَلَا تَجۡعَلُوۡا لِلّٰہِ اَنۡدَادًا وَّ اَنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۲۲﴾

''وہ رب جس نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا بنایا اور آسمان کو چھت بنایا اور آسمان سے پانی برسایا، پھر اس پانی کے ذریعے تمہارے لیے پھلوں کو رزق کے طور پر پیدا فرمایا۔''

جب یہ سارے کام اللہ تبارک و تعالیٰ نے کیے، زمین اللہ نے بنائی، آسمان اللہ نے بنایا، بارش اللہ نے برسائی اور پھل و میوے اللہ نے پیدا فرمائے، تو پھر تم دوسروں کو اللہ کا شریک کیوں ٹھہراتے ہو۔

فَلَا تَجۡعَلُوۡا لِلّٰہِ اَنۡدَادًا وَّ اَنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۲۲﴾ ''پس اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک نہ ٹھہراؤ، جب کہ تم جانتے ہو۔''

یعنی تم خود جانتے ہو کہ خالق، مالک، رازق اور نظامِ کائنات کو چلانے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے، اس کے باوجود دوسروں کو اس کا شریک بنانا کتنی بڑی ناانصافی ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے پہلے تمام نوعِ انسانی کو اپنی عبادت کی دعوت دی۔ یہ توحیدِ عملی کا بیان تھا۔ اب اس کے بعد ایمان بالرسالت کا ذکر آ رہا ہے۔ اللہ کے نبی ﷺ اور قرآنِ مجید کی عظمت بیان ہو رہی ہے۔

وَ اِنۡ کُنۡتُمۡ فِیۡ رَیۡبٍ مِّمَّا نَزَّلۡنَا عَلٰی عَبۡدِنَا فَاۡتُوۡا بِسُوۡرَۃٍ مِّنۡ مِّثۡلِہٖ ۪

''اور اگر تم اس کلام کے بارے میں شک میں ہو جو ہم نے اپنے بندے محمد ﷺ پر نازل کیا ہے، تو پھر اس جیسی ایک سورت ہی لے آؤ۔''

مکی قرآن میں، سورۃ الذاریات اور سورۃ بنی اسرائیل میں یہ چیلنج دیا گیا تھا کہ اس قرآن جیسا کلام لے آؤ۔ جب وہ اس چیلنج کو قبول نہ کر سکے تو سورۃ ھود میں فرمایا گیا کہ چلو قرآن جیسی دس سورتیں ہی بنا لاؤ۔ پھر جب اس چیلنج کو بھی پورا نہ کر سکے تو سورۃ یونس میں یہ چیلنج دیا گیا کہ قرآن جیسی صرف ایک سورت لے آؤ۔ اور اب سورۃ البقرہ میں اسی چیلنج کو دوبارہ دہرایا جا رہا ہے کہ اگر تم اس کلام کے بارے میں شک میں ہو جو ہم نے اپنے بندے محمد ﷺ پر نازل کیا ہے، تو اس قرآن جیسی ایک سورت ہی پیش کر دو۔

وَ ادۡعُوۡا شُہَدَآءَکُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ ﴿۲۳﴾ ''اور اللہ کے سوا اپنے تمام مددگاروں کو بھی بلا لو، اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو۔''

یعنی تمہارے پاس بڑے بڑے شاعر ہیں، بڑے بڑے خطبا ہیں، سب کو جمع کر لو، اپنے تمام مددگاروں کو بلا لو، اور سب مل کر قرآنِ مجید کی کسی چھوٹی سی سورت جیسی ایک سورت ہی بنا کر پیش کر دو۔

اب ذرا قرآنِ مجید کے اس انداز کو دیکھیے، جو خود اس بات کو ثابت کر رہا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ یہ انداز کسی ایسے کلام کا نہیں ہو سکتا جو کسی انسان کا بنایا ہوا ہو۔

فَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلُوۡا وَ لَنۡ تَفۡعَلُوۡا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیۡ وَقُوۡدُہَا النَّاسُ وَ الۡحِجَارَۃُ ۚۖ اُعِدَّتۡ لِلۡکٰفِرِیۡنَ ﴿۲۴﴾

''پھر اگر تم ایسا نہ کر سکو، اور تم ہرگز ایسا کر بھی نہ سکو گے، پس بچو اُس آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے، یہ آگ کافروں

کے لیے تیار کی گئی ہے۔''

یعنی تم اب تک اس چیلنج کا جواب نہیں دے سکے۔ یہ ایک قطعی اور دو ٹوک انداز ہے۔ یہی انداز اس بات کی دلیل ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ فرمایا کہ اگر تم اب تک ایسا نہیں کر سکے، تو آئندہ بھی ہرگز نہیں کر سکو گے۔ یعنی کافر بھی جہنم میں ہوں گے اور جن بتوں کی وہ پوجا کرتے تھے وہ بت بھی ان کے ساتھ جہنم میں ڈال دیے جائیں گے۔ پھر ان پجاریوں کو اپنے معبودانِ باطل کو دیکھ کر حسرت ہوگی کہ جن کے سامنے ہم ہاتھ جوڑتے تھے، جن کے سامنے اپنی دعائیں اور حاجات پیش کرتے تھے، وہ خود آج ہمارے ساتھ جہنم میں جل رہے ہیں۔

وَ بَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِیْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۙ وَ اُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا .

''اور (اے نبی ﷺ!) خوشخبری سنا دیجیے اُن لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے، بے شک اُن کے لیے ایسے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، جب بھی اُنہیں ان باغات میں کوئی پھل بطورِ رزق دیا جائے گا، تو وہ کہیں گے یہ تو وہی رزق ہے جو ہمیں پہلے بھی دیا جا چکا ہے اور اُنہیں ملتا جلتا رزق دیا جائے گا۔''

یعنی بظاہر انہیں یوں محسوس ہوگا کہ یہ وہی پھل ہیں جیسے دنیا میں کھائے جاتے تھے، لیکن جب وہ ان کا ذائقہ چکھیں گے تو معلوم ہوگا کہ ان پھلوں کا ذائقہ نہایت اعلیٰ اور بے مثال ہے۔ دنیا کے پھل ان کے ذائقے کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔

وَ لَهُمْ فِیْهَاۤ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۙۗ وَّ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۵﴾

''اور اُن کے لیے وہاں پاکیزہ جوڑے ہوں گے اور وہ ان باغات میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔''

قرآنِ مجید کے اس چیلنج کو مخالفین قبول نہ کر سکے، لیکن اعتراض کرنا آسان ہوتا ہے۔ چنانچہ اعتراض کیا گیا کہ اگر قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے تو اس میں بظاہر معمولی اور حقیر چیزوں کی مثالیں کیوں بیان کی جاتی ہیں؟ کہیں مکھی کی مثال آئی ہے، جیسے سورۃ الحج میں اور کہیں مکڑی کی مثال بیان ہوئی ہے، جیسے سورۃ العنکبوت میں۔ احادیث میں بھی مچھر کی مثال آئی ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ اگر دنیا اور اس میں موجود تمام چیزوں کی حیثیت اللہ تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو اللہ تعالیٰ کسی کافر کو پانی کا ایک گھونٹ بھی نہ دیتا۔

اس پر اعتراض کیا گیا کہ اتنے بلند و بالا کلام میں ایسی چیزوں کی مثالیں کیوں دی جا رہی ہیں؟ حالانکہ بات بالکل واضح ہے کہ جیسی کوئی شے ہوگی، ویسی ہی مثال بیان کی جائے گی۔ گھٹیا چیز کے لیے گھٹیا مثال اور اعلیٰ چیز کے لیے اعلیٰ مثال دی جاتی ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَسْتَحْیٖۤ اَنْ یَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا

''بے شک اللہ تعالیٰ اس بات سے نہیں جھجکتا کہ مچھر کی مثال بیان کرے یا اس سے بھی کمتر کسی چیز کی۔''

یعنی مچھر سے بھی زیادہ حقیر شے کی مثال بیان کرنا بھی اللہ تعالیٰ کے علم و حکمت کے خلاف نہیں۔

فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَیَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ وَ اَمَّا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَیَقُوْلُوْنَ مَا ذَاۤ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۘ یُضِلُّ بِهٖ كَثِیْرًا ۙ وَّ یَهْدِیْ بِهٖ كَثِیْرًا

''پس جو لوگ ایمان لائے ہیں، وہ جانتے ہیں کہ یہ قرآن ان کے رب کی طرف سے سراسر حق ہے اور جن لوگوں نے کفر کیا، وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس مثال سے کیا مراد لی ہے، اللہ تعالیٰ اسی کے ذریعے بہت سوں کو گمراہ کرتا ہے اور بہت سوں کو ہدایت دیتا ہے۔''

بعض لوگ اس آیت کو بیان کر کے کہتے ہیں کہ قرآن نہ پڑھو، ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے۔ حالانکہ اس آیت میں دونوں پہلو بیان کیے گئے ہیں کہ اسی قرآن کے ذریعے اللہ تعالیٰ بہت سوں کو ہدایت دیتا ہے اور بہت سوں کو گمراہ بھی کرتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے خود وضاحت فرما دی کہ گمراہ کن لوگوں کو کیا جاتا ہے۔ اگر وہ کردار انسان کے اندر نہ ہو تو ان شاء اللہ قرآن مجید اس کے لیے سراپا ہدایت بن جاتا ہے۔

وَ مَا یُضِلُّ بِهٖۤ اِلَّا الْفٰسِقِیْنَ ﴿۲۶﴾

''اور اللہ تعالیٰ اس قرآن کے ذریعے گمراہ نہیں کرتا مگر اُن لوگوں کو جو فاسق ہیں۔''

یعنی وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے باغی ہیں، اس کے احکامات کو توڑنے والے ہیں، اور نافرمانی کی راہ اختیار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے کردار سے محفوظ فرمائے۔

الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ.

''یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ سے پختہ عہد کرنے کے بعد اسے توڑ دیتے ہیں۔''

ان کی پہلی خرابی یہ بیان کی گئی کہ یہ اللہ تعالیٰ سے وعدہ کرنے کے بعد اس وعدے کو توڑ دیتے ہیں۔

نماز کی ہر رکعت میں بندہ اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کرتا ہے کہ: ''اے اللہ! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔'' لیکن نماز سے باہر نکل کر انسان اللہ تعالیٰ کی بندگی نہیں کرتا بلکہ اس کی نافرمانیاں کرتا ہے۔ آگے چل کر یہی مثال یہود کے بارے میں بھی آئے گی کہ انہوں نے بھی اللہ تعالیٰ سے عہد کیے تھے، لیکن پھر ان عہدوں کو توڑ دیا۔ جو شخص اللہ تعالیٰ سے عہد کرنے کے بعد اسے توڑ دے، اس کے بارے میں خطرہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے قرآنِ مجید سے بھی ہدایت نہ دے۔

وَ يَقْطَعُوْنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ يُّوْصَلَ.

''اور وہ اُن تعلقات کو کاٹ دیتے ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے: وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ''سچے لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ۔'' اگر کوئی شخص نیک لوگوں کی صحبت اختیار نہیں کرتا بلکہ برے لوگوں کی صحبت میں رہتا ہے، تو اسے قرآنِ مجید سے ہدایت نصیب نہیں ہوگی۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ ہم اپنے اسلاف کی پیروی کریں۔ سورۃ التوبہ میں اللہ تعالیٰ نے مہاجرین و انصار کے اولین گروہ اور ان کی پیروی کرنے والوں کی تعریف فرمائی کہ اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ وہ بھی انسان تھے اور ہم بھی انسان ہیں، انہوں نے قرآن سمجھا تو ہم بھی خود ہی سمجھ لیں گے، تو اس آیت کی روشنی میں اسلاف سے تعلق توڑنا اپنے آپ کو گمراہی کی طرف لے جانا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ فرمائے۔ ؎

زہے اس کے عالمانہ کمالِ نظر
ابتدا رفتگاں محفوظ تر

ایسے کم نظر لوگوں کی پیروی کرنے کے بجائے ہمیں اُن اسلاف کی پیروی کرنی چاہیے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے خود قرآنِ مجید میں فرمایا کہ اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔ جو شخص اسلاف سے کٹ جائے، وہ گویا بغیر لنگر کا جہاز ہے، جو کسی بھی سمت بہہ سکتا ہے اور بالآخر بھٹک جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسلاف کے ساتھ وابستہ رہنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

اس دور کا ایک بڑا فتنہ روشن خیالی اور انکارِ حدیث کا فتنہ ہے۔ بعض لوگ اسلاف کے بارے میں بدظن کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ان کے ساتھ تعلق ضروری نہیں، ہم خود ہی قرآن سمجھ سکتے ہیں اور خود ہی اس پر عمل کر سکتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ عقیدے اور عمل دونوں میں ہمیں اسلاف کے ساتھ جڑنا ہے۔ جتنا صحیح عقیدہ اور جتنا صحیح عمل ان کا تھا، ان کے بعد کسی کا نہیں ہو سکتا۔ سب سے بہترین دور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دور تھا، پھر رفتہ رفتہ زوال آتا گیا۔

وَ يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝۲۷

''اور وہ زمین میں فساد پھیلاتے ہیں۔ یہی لوگ درحقیقت خسارے والے ہیں۔''

یعنی یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے احکامات کو توڑتے ہیں، زمین میں فساد برپا کرتے ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جو حقیقی نقصان اٹھانے والے ہیں۔

اب اس کے بعد قرآنِ مجید کی ایک نہایت اہم اور مشکل آیت آرہی ہے:

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَ كُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ۚ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝۲۸

''تم اللہ تعالیٰ کا کیسے انکار کر سکتے ہو، حالانکہ تم مردہ تھے تو اُس نے تمہیں زندگی عطا فرمائی، پھر وہ تمہیں موت دے گا، پھر تمہیں دوبارہ زندہ کرے گا، پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔''

عموماً ہمارا تصور یہ ہوتا ہے کہ ہم پہلے موجود ہی نہیں تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیدا کر دیا۔ لیکن قرآنِ مجید فرما رہا ہے کہ ''تم مردہ تھے، پھر اللہ نے

تمہیں زندہ کیا۔ ‘‘ پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ دوبارہ تمہیں موت دے گا، پھر زندہ کرے گا۔ یعنی انسان کی دو زندگیاں اور دو موتیں ہیں۔
سورۃ المؤمن کی آیت نمبر 11 میں بھی دو موتوں اور دو زندگیوں کا ذکر آیا ہے۔ اہلِ جہنم جب اللہ تعالیٰ کے عذاب سے انتہائی تنگ آ جائیں گے تو فریاد کریں گے : رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَ اَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ ’’اے ہمارے رب! تو نے ہمیں دو مرتبہ موت دی اور دو مرتبہ زندگی عطا فرمائی۔‘‘
اب سوال یہ ہے کہ یہ دو موتیں اور دو زندگیاں کیسے ہیں؟
اس کو سمجھنے کے لیے پوری حقیقت کو سمجھنا ہوگا۔
سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے ہماری روحوں کو پیدا فرمایا۔ پھر روحوں سے ’’عہدِ الست‘‘ لیا : اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى ’’کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟‘‘ تمام روحوں نے جواب دیا : ’’کیوں نہیں، آپ ہی ہمارے رب ہیں۔‘‘ اس کا ذکر سورۃ الاعراف کے بائیسویں رکوع میں آئے گا۔
اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے روحوں کو ایک حالت میں روک دیا، گویا ایک طرح کی موت دے دی۔ یعنی ایک موت تو ہم سب دیکھ چکے ہیں، جب روحیں عالمِ ارواح میں تھیں۔ پھر اللہ تعالیٰ باری باری ہر روح کو زندہ کرتا ہے اور اسے جسم کے ساتھ دنیا میں بھیج دیتا ہے۔
بخاری و مسلم کی حدیث میں آتا ہے کہ جب بچہ رحمِ مادر میں ایک سو بیس دن کا ہو جاتا ہے، چالیس دن نطفہ، چالیس دن علقہ، اور چالیس دن مضغہ کی حالت میں رہنے کے بعد تو فرشتہ آتا ہے اور اس میں روح پھونک دیتا ہے۔ پس ہماری روح ایک حالت میں تھی، پھر اللہ تعالیٰ نے اسے زندہ کیا، جسم کے ساتھ دنیا میں بھیجا، پھر دنیا میں موت آئے گی، پھر قیامت کے دن دوبارہ زندہ کیا جائے گا، اور پھر ہم سب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں لوٹائے جائیں گے جہاں ہمارا حساب و کتاب ہوگا۔
اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں : ’’تم اللہ تعالیٰ کا انکار کیسے کر سکتے ہو، جب کہ تم مردہ تھے تو اُس نے تمہیں زندگی عطا فرمائی، پھر وہ تمہیں موت دے گا، پھر زندہ کرے گا، اور پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔‘‘
اب یہاں سے قرآنِ مجید کا ایک اہم فکری اور فلسفیانہ پہلو بیان ہو رہا ہے۔
فلسفے میں بنیادی سوالات پیدا ہوتے ہیں : خالق کون ہے، کائنات کیوں بنائی گئی، کائنات میں انسان کا مقام کیا ہے، اور انسان کا انجام کیا ہوگا، یعنی آغاز کیا تھا اور انجام کیا ہے؟
ان سوالات کے جوابات فلسفیوں نے بھی دینے کی کوشش کی ہے، لیکن ہر فلسفی کا جواب مختلف ہے۔ ساتھ ہی وہ خود بھی یہ تسلیم کرتا ہے کہ یہ حتمی اور یقینی جواب نہیں، بلکہ محض ایک رائے یا خیال ہے۔ اس کے برعکس انبیائے کرام علیہم السلام نے بھی انہی سوالات کے جوابات دیے ہیں، لیکن ہر نبی نے ایک ہی جواب دیا اور پورے یقین کے ساتھ فرمایا کہ یہ وہ حقائق ہیں جو ہمیں خالقِ کائنات نے خود بتائے ہیں۔
اب انہی سوالات کے جوابات قرآنِ مجید میں بیان ہو رہے ہیں : هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ’’وہی اللہ ہے جس نے تمہارے لیے زمین میں موجود ہر چیز کو پیدا کیا۔‘‘ یعنی کائنات میں جو کچھ ہے، وہ انسان کے لیے بنایا گیا ہے۔ اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ انسان کا مقام کائنات میں نہایت بلند اور مرکزی ہے۔ گویا :ـــہ

جہاں ہے تیرے لیے تو نہیں جہاں کے لیے

ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ؕ وَ هُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۲۹

’’پھر اللہ تعالیٰ آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور اسے درست فرما کر سات آسمان بنا دیے اور وہ ہر چیز کا مکمل علم رکھنے والا ہے۔‘‘
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کائنات کا نظام بے مقصد نہیں بلکہ ایک حکیمانہ منصوبہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کائنات کو انسان کی خدمت کے لیے بنایا اور انسان کو اس میں ایک عظیم مقام عطا فرمایا۔ ساتھ ہی یہ بھی واضح کیا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے اور اس کی کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں۔

(جاری ہے۔۔۔۔)

مضطرب نسل

فاروق احمد

استاذ قرآن انسٹیٹیوٹ گلستان جوہر

یہ مضمون جوناتھن ہائیٹ کی کتاب "The Anxious Generation" (2024ء)، ان کے انٹرویوز، اور اس موضوع پر موجود علمی مباحث کی روشنی میں لکھا گیا ہے۔

ایک منظر سے شروع کرتے ہیں:

تصور کیجیے ایک گھر کا منظر۔ شام کا وقت ہے۔ باپ دفتر سے تھکا ہوا لوٹا ہے، ماں باورچی خانے میں مصروف ہے، اور بچے اپنے اپنے کمروں میں ''محفوظ'' بیٹھے ہیں۔ باہر سے کوئی خطرہ نہیں۔ کوئی موٹر سائیکل نہیں، کوئی اجنبی نہیں، کوئی دھوپ نہیں، کوئی گھٹنے پر لگنے والی چوٹ نہیں۔ لیکن ان ''محفوظ'' کمروں میں، ہر بچے کے ہاتھ میں ایک چھوٹی سی چمکدار سکرین ہے جو انہیں بے آواز نگل رہی ہے۔ یہی وہ منظر ہے جس نے امریکی ماہرِ نفسیات جوناتھن ہائیٹ کو 2024ء میں اپنی تہلکہ خیز کتاب "The Anxious Generation" لکھنے پر مجبور کیا۔ اس کتاب نے مغربی دنیا میں ایک طوفان کھڑا کر دیا ہے، اور اس کا پیغام ہمارے لیے بھی اتنا ہی اہم ہے جتنا وہاں کے لیے، بلکہ شاید اس سے بھی زیادہ۔

کتاب اور مصنف کا تعارف:

جوناتھن ہائیٹ نیویارک یونیورسٹی کے Stern School of Business میں سوشل سائیکالوجی کے پروفیسر ہیں۔ وہ پہلے بھی "The Righteous Mind" اور "The Coddling of the American Mind" جیسی شہرہ آفاق کتابیں لکھ چکے ہیں۔ لیکن "The Anxious Generation" ان سب سے مختلف ہے، کیونکہ اس بار وہ ایک ایسے مسئلے پر بات کر رہے ہیں جو انہوں نے اعداد و شمار میں نہیں بلکہ اپنے سامنے آنکھوں سے دیکھا، اپنے طالب علموں میں محسوس کیا، اور ڈیٹا میں ثابت بھی کیا۔

کتاب کا بنیادی سوال یہ ہے: 2012ء کے بعد سے نوجوانوں میں ڈپریشن، بے چینی اور خودکشی کی شرح اتنی تیزی سے کیوں بڑھی؟ اور وہ جواب دیتے ہیں جو سننے میں سادہ لگتا ہے لیکن جس کے اثرات بہت گہرے ہیں: کیونکہ ہم نے اپنے بچوں کا بچپن چھین کر انہیں سمارٹ فون تھما دیا۔

2012ء کا وہ موڑ جب سب کچھ بدل گیا۔

ہائیٹ نے یہ سوال کیا کہ آخر 2012ء ہی کیوں، کیا ہوا اس سال؟

2012ء وہ سال ہے جب پہلی بار سمارٹ فون عام آبادی تک پہنچا، انسٹاگرام کی مقبولیت عروج پر آئی، اور اسنیپ چیٹ لانچ ہوئی۔ یہ وہ سال ہے جب بچوں کی ایک پوری نسل کا ہاتھ ''پتھر'' سے ''شیشے'' کی طرف منتقل ہوا، یعنی گیند اور پتھر چھوڑ کر ٹچ اسکرین۔

امریکی ڈیٹا بتاتا ہے کہ 2012ء کے بعد:

(1) لڑکیوں میں ڈپریشن کی شرح 60 فیصد بڑھ گئی۔ (2) لڑکیوں میں خودکشی کی شرح 70 فیصد بڑھ گئی۔ (3) نوجوانوں کی تنہائی (Loneliness) کے اعداد پہلے سے کہیں بلند ہو گئے۔ (4) اسپتالوں کے نفسیاتی وارڈز میں نوجوان مریضوں کی تعداد تین گنا ہو گئی۔

اور یہ صرف امریکہ کی بات نہیں۔ برطانیہ، آسٹریلیا، کینیڈا، یہاں تک کہ ان ممالک میں بھی جہاں معاشی بدحالی، سیاسی بحران یا دیگر وجوہات نہیں تھیں، یہی رجحان دکھا اور تمام ممالک میں ایک مشترک عامل تھا: سمارٹ فون اور سوشل میڈیا۔

کھیل پر مبنی بچپن کا قتل:

ہائیٹ کہتے ہیں کہ انسانی بچے لاکھوں سال کے ارتقا کے نتیجے میں ایک خاص طرح سے بڑے ہونے کے لیے بنے ہیں۔ انہیں گرنا پڑتا ہے تاکہ وہ اٹھنا سیکھیں۔ انہیں لڑنا پڑتا ہے تاکہ وہ صلح کرنا سیکھیں۔ انہیں تنہا کھیل کے میدان میں چھوڑنا پڑتا ہے تاکہ وہ اپنے مسائل خود حل کرنا سیکھیں۔ یہ جسمانی کھیل اور آزاد بچپن دراصل دماغ کی بائیولوجیکل تربیت ہے۔ یہ وہ ''لیب'' ہے جہاں بچہ خوف کو سنبھالنا، دوسروں کے ساتھ تعلق بنانا، ہار کو قبول کرنا اور محنت کو سمجھنا سیکھتا ہے۔ لیکن ہیلی کاپٹر پیرنٹنگ (وہ والدین جو ہر وقت بچے پر منڈلاتے رہتے ہیں) نے پہلے ہی یہ آزادی ختم کرنی شروع کی تھی۔ سمارٹ فون نے اس مکمل طور پر دفن کر دیا۔ نتیجہ یہ ہے کہ ہمارے بچے جسمانی طور پر ''محفوظ'' ہیں لیکن نفسیاتی طور پر مکمل طور پر کمزور اور ٹوٹے ہوئے ہیں۔

چار زہر جو سکرین نے گھولے:

ہائیٹ نے سمارٹ فون اور سوشل میڈیا کے چار بنیادی نقصانات بیان کیے ہیں جو بہت گہرے اور سائنسی بنیادوں پر ثابت ہیں:

پہلا زہر: سماجی محرومی

انسان ایک سماجی مخلوق ہے۔ اسے اصل آنکھوں کا سامنا کرنا ہے، اصل ہاتھ تھامنا ہے، اصل آواز سننا ہے۔ سوشل میڈیا نے اس کی جگہ ایک ''نقلی سماج'' دیا ہے جہاں سب کچھ filtered ہے، جہاں لوگ صرف اپنی خوبصورت تصویریں لگاتے ہیں، جہاں ''لائک'' محبت کی جگہ لے لیتا ہے اور ''فالو'' دوستی کی جگہ۔ لیکن دماغ اس فرق کو جانتا ہے، اس لیے اندر سے ایک خلا بڑھتا جاتا ہے۔

دوسرا زہر: نیند کی چوری

تحقیق ثابت کرتی ہے کہ نوجوانوں کو 8 سے 10 گھنٹے نیند چاہیے۔ سکرین کی نیلی روشنی (Blue Light) دماغ کو دھوکا دیتی ہے کہ ابھی دن ہے، اور میلاٹونن (نیند کا ہارمون) خارج نہیں ہوتا۔ بچے رات 2، 3 بجے تک فون پر لگے رہتے ہیں اور پھر 5 گھنٹے کی نیند کے ساتھ سکول جاتے ہیں۔ نیند کی یہ کمی خود اکیلے ڈپریشن، چڑچڑا پن، توجہ کی کمی اور جسمانی کمزوری کا سبب بنتی ہے۔

تیسرا زہر: توجہ کا بکھراؤ

ایک تحقیق کے مطابق ایک اوسط اسمارٹ فون صارف دن میں 96 بار اپنا فون چیک کرتا ہے، یعنی ہر 10 منٹ میں ایک بار۔ نوٹیفکیشنز کا یہ سیلاب دماغ کو کبھی ایک جگہ ٹکنے نہیں دیتا۔ گہری سوچ، کتاب پڑھنا، کوئی پیچیدہ مسئلہ حل کرنا، یہ سب ایک ایسے دماغ کے لیے ممکن نہیں جو ہر چند منٹ میں ٹوٹ کر بکھر جائے۔ یہ ایک ایسی نسل ہے جو سوچ نہیں سکتی، صرف scroll کرتی ہے۔

چوتھا زہر: ڈیجیٹل نشہ

یہ سب سے خطرناک پہلو ہے۔ ٹک ٹاک، انسٹاگرام اور یوٹیوب کے الگورتھم اس طرح بنائے گئے ہیں کہ وہ دماغ میں ڈوپامین (خوشی کا کیمیکل) چھوڑتے ہیں۔ ہر نئی ویڈیو، ہر نئی نوٹیفکیشن، ہر نیا لائک ایک چھوٹا سا "dopamine hit" ہے۔ یہ بالکل وہی میکانزم ہے جو جوئے بازی میں کام کرتا ہے۔ ٹیک کمپنیوں نے جانتے بوجھتے اپنی ایپس کو ایسا بنایا ہے کہ وہ نشہ پیدا کریں اور بچے ان کے غلام بن جائیں، کیونکہ زیادہ وقت=زیادہ اشتہار=زیادہ منافع۔

لڑکیاں اور لڑکے: دو مختلف زخم

ہائیٹ ایک اہم بات بتاتے ہیں کہ اس ڈیجیٹل طوفان نے لڑکیوں اور لڑکوں کو مختلف طریقے سے زخمی کیا ہے۔

لڑکیوں کا زخم : انسٹاگرام اور ٹک ٹاک نے لڑکیوں کو ایک ایسی دنیا میں پھینک دیا ہے جہاں ہر وقت موازنہ ہوتا ہے ۔ فلاں لڑکی کے ہونٹ ایسے ہیں، فلاں کی جلد ایسی ہے، فلاں کی زندگی اتنی خوبصورت ہے ۔ Filters اور Photoshop کے بعد جو تصویر آتی ہے وہ حقیقت نہیں ہوتی، لیکن دیکھنے والی لڑکی اس سے اپنا موازنہ کرتی ہے اور خود کو ناکافی محسوس کرتی ہے ۔ یہ احساسِ کمتری لڑکیوں میں body dysmorphia، eating disorders اور شدید depression کا سبب بن رہی ہے ۔

فیس بک کی اندرونی تحقیق (جو بعد میں لیک ہوئی) نے خود تسلیم کیا کہ Instagram استعمال کرنے والی 32 فیصد نوجوان لڑکیوں نے کہا کہ جب وہ اپنے جسم کے بارے میں بری محسوس کرتی ہیں تو انسٹاگرام اسے اور بھی بدتر بنا دیتا ہے ۔

لڑکوں کا زخم : لڑکے ایک مختلف راستے سے تباہی کی طرف گئے ۔ وہ حقیقی دنیا کی محنت، چیلنج اور خطرے سے بھاگ کر ویڈیو گیمز کی ورچوئل دنیا میں ''مرد'' بننے کی کوشش کرتے ہیں ۔ وہاں وہ ہیرو بن سکتے ہیں بغیر اصل محنت کے ۔ فحش مواد نے انہیں اصل تعلقات سے دور کر دیا ہے ۔ نتیجہ یہ ہے کہ لڑکے اسکول میں پیچھے رہ رہے ہیں، کالج چھوڑ رہے ہیں، نوکریاں نہیں کر رہے، شادی نہیں کر رہے، اور تنہائی کے شکار ہو رہے ہیں ۔

وہ خالی جگہ جو خدا کے لیے ہے :

کتاب کا سب سے فکر انگیز حصہ وہ ہے جہاں یہ سیکولر مصنف روحانیت کی بات کرتا ہے ۔

ہائیٹ لکھتے ہیں کہ انسانی دل میں ایک ایسی جگہ ہے جو ہمیشہ سے کسی بڑی حقیقت سے جڑنے کے لیے بے چین رہتی ہے ۔ تاریخ میں یہ خلا مذہب، خدا اور روحانیت سے بھرا جاتا تھا ۔ جدید سیکولر دنیا نے مذہب کو ''پرانی بات'' کہہ کر الگ کر دیا، لیکن وہ خلا ختم نہیں ہوئی، بلکہ وہ اب ٹیکنالوجی، سوشل میڈیا اور مشہوریت (Fame) سے بھرنے کی کوشش ہو رہی ہے اور یہ چیزیں اسے بھر نہیں سکتیں ۔ یہ اعتراف کسی مولوی کا نہیں، کسی مدرسے کے طالب علم کا نہیں، ایک سیکولر مغربی یونیورسٹی کے پروفیسر کا ہے ۔ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىِٕنُّ الْقُلُوْبُ. ''سن لو! اللہ کی یاد ہی سے دل اطمینان پاتے ہیں'' ۔

مصنف کے چار عملی حل :

ہائیٹ صرف مسئلہ بیان کر کے نہیں رہتے، وہ چار ٹھوس حل بھی دیتے ہیں ۔

پہلا حل : 14 سال سے کم عمر بچوں کو سمارٹ فون بالکل نہ دیا جائے ۔ اگر رابطے کی ضرورت ہو تو سادہ بٹن والا فون کافی ہے ۔

دوسرا حل : 16 سال سے پہلے سوشل میڈیا اکاؤنٹ بالکل نہ بنایا جائے، چاہے بچہ کتنا ہی رونا دھونا کرے ۔

تیسرا حل : سکولوں کو ''فون فری زون'' بنایا جائے ۔ کئی ممالک اس پر عمل کر رہے ہیں اور نتائج حیران کن ہیں ۔ بچے زیادہ توجہ دیتے ہیں، آپس میں زیادہ بات کرتے ہیں، اور پریشانی کم محسوس کرتے ہیں ۔

چوتھا حل : بچوں کو باہر بھیجیں، گرنے دیں، لڑنے دیں، دوستیاں بنانے دیں ۔ Anti-fragile بچے وہی بنتے ہیں جنہیں چھوٹی چھوٹی تکلیفوں سے گزرنے کا موقع ملتا ہے ۔

اسلامی نقطہ نظر : جب دین چودہ سو سال پہلے آج کا نسخہ دے چکا تھا

اس پوری کتاب کو پڑھتے ہوئے جو بات بار بار دل میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ اسلام نے جو نظامِ زندگی دیا ہے اس میں درحقیقت ان تمام مسائل کا حل پہلے سے موجود ہے ۔

لغو سے اجتناب : قرآن کہتا ہے کہ کامیاب مومن وہ ہیں جو ''لغو سے منہ موڑے رہتے ہیں'' [المؤمنون: 3] ۔ آج کے سوشل میڈیا کا 90 فیصد استعمال خالص لغو ہے جو نہ دنیا کا کام آتا ہے نہ آخرت کا ۔ اسلام نے صدیوں پہلے اس سے منع کیا تھا ۔

غضِ بصر اور حیا: کتاب جس ''بصری موازنے'' (Visual Social Comparison) کو لڑکیوں کے depression کی وجہ قرار دیتی ہے، اسلام نے اس کا حل ''غضِ بصر'' کی صورت میں دیا تھا، یعنی نگاہیں نیچی رکھنا اور دوسروں کی زندگی کو للچائی نگاہوں سے نہ دیکھنا۔ حیا کا اسلامی تصور نہ صرف جسمانی پردے کا ہے بلکہ یہ ایک ذہنی ڈھال ہے جو آدمی کو احساسِ کمتری اور بے راہروی سے بچاتی ہے۔

وقت کی امانت: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''دو نعمتیں ایسی ہیں جن میں اکثر لوگ خسارے میں ہیں: صحت اور فراغت۔'' (صحيح البخاري، رقم الحديث: 6412) آج کا نوجوان فراغت کے ہر لمحے کو سکرین سے بھر دیتا ہے۔ اسلامی تربیت یہ ہے کہ ہر لمحہ کا حساب ہوگا۔ قیامت کے دن جوانی کے وقت کے استعمال کے بارے میں خاص سوال ہوگا۔

والدین کی ذمہ داری: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا [التحريم: 6] (اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو آگ سے بچاؤ)۔ یہ آگ صرف جہنم کی آگ نہیں، یہ دنیا میں بھی وہ آگ ہے جو نفسیاتی اور اخلاقی تباہی کی شکل میں ہمارے گھروں میں داخل ہو چکی ہے اور ہم خود اپنے ہاتھوں سے اپنے بچوں کے ہاتھ میں یہ آگ تھما رہے ہیں۔

خلوت اور تفکر: اسلام میں مراقبہ، تنہائی میں اللہ کو یاد کرنا اور خود احتسابی کی بڑی اہمیت ہے۔ آج کے بچے اور نوجوان کبھی واقعی اکیلے نہیں ہوتے۔ وہ بظاہر تنہا بیٹھے ہیں لیکن اندر سے ہزاروں آوازوں، تصویروں اور ویڈیوز کے شور میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ اس شور میں نہ خود سے ملاقات ہوتی ہے، نہ خدا سے۔

پاکستانی معاشرے کے لیے ایک لمحۂ فکریہ:

ہائیٹ کی تحقیق امریکہ پر مبنی ہے، لیکن پاکستان میں بھی یہ بحران اتنا ہی شدید ہے، بلکہ کچھ معنوں میں زیادہ خطرناک۔ کیوں؟

کیونکہ مغرب میں کم از کم بہت سے والدین اور اسکول اب ہوش کے ناخن لے رہے ہیں، اسکرین ٹائم کم کر رہے ہیں اور فون فری پالیسیاں آ رہی ہیں۔ لیکن ہم ابھی بھی اسی مرحلے میں ہیں جہاں سمارٹ فون اور سوشل میڈیا ''ترقی'' اور ''جدیدیت'' کی علامت سمجھے جاتے ہیں۔

ہمارے ہاں 8 سال کے بچے کو فون دینا ''محبت'' کا اظہار ہے۔ ''میرا بچہ YouTube پر کتنا کچھ سیکھتا ہے'' کہنا فخر کی بات ہے۔ اور جو والدین اپنے بچے کو فون نہیں دیتے انہیں ''پرانے خیال کا'' سمجھا جاتا ہے۔ ہمیں یہ سمجھنا ہوگا کہ جدید ہونا اور غافل ہونا دو مختلف چیزیں ہیں۔

کیا کریں؟ چند عملی گزارشات:

یہ مضمون صرف مسئلہ بیان کر کے نہیں ختم ہونا چاہیے۔ کچھ عملی باتیں:

گھر میں سونے سے ایک گھنٹہ پہلے سب کے فون باہر رکھ دینے کی پالیسی بنائیں، یہ چھوٹا سا قدم نیند اور تعلقات دونوں کو بہتر کرتا ہے۔ کھانے کی میز پر فون کی سختی سے ممانعت ہو، یہ وہ وقت ہے جب خاندان کے اصل تعلقات بنتے اور مضبوط ہوتے ہیں۔ ہفتے میں ایک دن کو ''اسکرین فری'' دن بنائیں، باہر جائیں، کھیلیں، کتاب پڑھیں۔ بچوں کو گھر کے کاموں میں شامل کریں، انہیں ذمہ داری دیں، یہ اصل تربیت ہے۔ اور سب سے اہم یہ کہ خود مثال بنیں، کیونکہ بچے وہ نہیں کرتے جو آپ کہتے ہیں، وہ وہ کرتے ہیں جو آپ کرتے ہیں۔

آخری بات:

جوناتھن ہائیٹ کی ''مضطرب نسل'' دراصل مغرب کی اپنی غلطی کا اعتراف ہے۔ انہوں نے خود اپنے بچوں کو اس کھائی میں گرایا اور اب ہوش آیا ہے تو واپسی کی راہ دکھا رہے ہیں۔

لیکن ہم مسلمان اس کھائی کو دیکھتے ہوئے بھی اس میں چھلانگ لگا رہے ہیں، آنکھیں بند کیے ہوئے، صرف اس لیے کہ ''سب کر رہے ہیں۔''

ہمارا دین ہمیں ایک مکمل نظامِ زندگی دے چکا ہے۔ جس میں نیند کا وقت ہے، خاموشی کا وقت ہے، تفکر کا وقت ہے، خاندان کا وقت ہے، اور خدا کا وقت ہے۔ ہمیں کسی مغربی پروفیسر کا انتظار نہیں کرنا چاہیے تھا کہ وہ آکر بتائے کہ اسکرین آپ کے بچے کو تباہ کر رہی ہے، انتخاب ہمارا ہے۔

SUMMER
TARBIYAH CAMP
2026
A summer experience of learning, growth, creativity & purposeful fun.
QURAN ACADEMY YASEENABAD
AKQS
PROGRAM HIGHLIGHTS
Quran & Hadith
Character Building
Games & Sports
Creative Activities
Team Challenges
Life Skills
BOYS PROGRAM
Quran & Seerah
Winning Attitude
Team Challenges
Purposeful Games
GIRLS PROGRAM
Quran & Hadith
Self Development
Creative Learning
Practical Skills
CAMP INFORMATION
STARTS
8 JUNE 2026
AGE GROUP
9 – 16 YEARS
VENUE
QURAN ACADEMY YASEENABAD
PROGRAM SCHEDULE
Monday to Thursday
2:30 PM – 5:00 PM
Duration: 5 Weeks
EDUCATIONAL FUND
Rs. 2,000
LIMITED SEATS AVAILABLE
0331-7292223
For Registration & Details
LEARN • GROW • EXCEL

خلیفہ سوم سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

سیرت، خدمات اور شہادت

امین اللہ معاویہ

فاضل جامعہ الصفہ، معاون شعبہ تصنیف و تالیف قرآن اکیڈمی یاسین آباد

اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضور نبی اکرم ﷺ کے وسیلۂ جلیلہ سے امتِ مسلمہ کو ایسی برگزیدہ اور عظیم شخصیات عطا فرمائیں جنھوں نے ایمان، تقویٰ، ایثار، حیا اور خدمتِ دین کی درخشاں مثالیں قائم کیں۔ ان مقدس نفوس کی زندگیاں نہ صرف تاریخِ اسلام کا روشن باب ہیں بلکہ ہر دور کے اہلِ ایمان کے لیے ہدایت، کردار سازی اور عملی رہنمائی کا سرچشمہ بھی ہیں۔ انہی جلیل القدر ہستیوں میں سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی شخصیت نہایت ممتاز اور منفرد مقام کی حامل ہے۔

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اسلام کے تیسرے خلیفہ راشد، جلیل القدر صحابی، دامادِ رسول ﷺ، عشرۂ بشرہ میں شامل اور مجلسِ شوریٰ کے معزز و ممتاز رکن تھے۔ آپ کی ذاتِ گرامی حیا، حلم، سخاوت، عبادت، علم اور خدمتِ اسلام کے اوصافِ حمیدہ کا حسین مرقع تھی۔

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی پوری زندگی صبر و استقامت، ایثار و قربانی اور خدمتِ اسلام سے عبارت ہے۔ آپ نے دینِ حق کی سربلندی کے لیے اپنی جان، مال، صلاحیتوں اور اثر و رسوخ کو وقف کیے رکھا، اور آزمائش و ابتلا کے سخت ترین مراحل میں بھی حق، عدل اور امت کی خیر خواہی کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ یہی اوصاف آپ کی شخصیت کو تاریخِ اسلام کی عظیم ترین شخصیات میں ممتاز مقام عطا کرتے ہیں۔

تعارف اور نسب:

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا اسمِ گرامی ''عثمان''، کنیت ''ابو عبداللہ'' اور مشہور لقب ''ذوالنورین'' ہے۔ آپ کو ''ذوالنورین'' کا منفرد لقب اس اعزاز کے باعث عطا ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی دو صاحبزادیوں، حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور ان کی وفات کے بعد حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح آپ سے فرمایا۔ اسی امتیازی شرف کی بنا پر آپ تاریخ اسلام میں ''ذوالنورین'' کے لقب سے معروف ہوئے۔ آپ کے والد کا نام ''عفان بن ابی العاص'' اور والدہ کا نام ''ارویٰ بنت کریز'' تھا۔ آپ کا سلسلۂ نسب یوں ہے:

''عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف''۔

آپ کا تعلق قریش کے معروف اور بااثر خاندان بنو امیہ سے تھا۔ نسبی اعتبار سے بھی آپ کو حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ قربت حاصل تھی۔ آپ کی نانی محترمہ ام حکیم البیضاء، حضرت عبدالمطلب کی صاحبزادی، حضرت عبداللہ کی سگی جڑواں بہن اور حضور نبی اکرم ﷺ کی پھوپھی تھیں۔ اس خاندانی نسبت نے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو خاندانِ نبوت کے ساتھ مزید قربت عطا کی۔

امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی ولادت عام الفیل کے چھٹے سال، یعنی ہجرتِ نبوی سے تقریباً سینتالیس (47) برس قبل مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ آپ نے ایک معزز، خوش حال اور باوقار تجارتی گھرانے میں پرورش پائی، تاہم اسلام قبول کرنے کے بعد اپنی تمام صلاحیتوں، وسائل اور معاشرتی حیثیت کو دینِ اسلام کی خدمت کے لیے وقف کر دیا۔

قرآنِ کریم کے تحفظ، تدوین اور اشاعت کے سلسلے میں آپ کی غیر معمولی خدمات کے باعث آپ کو ''جامع القرآن'' کے لقب سے بھی یاد کیا جاتا

ہے، جو آپ کے علمی شعور، دینی بصیرت اور امت کے اجتماعی مفاد سے گہری وابستگی کا مظہر ہے۔

قبولِ اسلام اور ابتدائی آزمائشیں:

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ان خوش نصیب اور منتخب نفوس میں شامل ہیں جنہوں نے دعوتِ اسلام کے ابتدائی دور میں ایمان کی سعادت حاصل کی۔ آپ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دعوت اور ترغیب پر اسلام قبول کیا اور اسی بنا پر آپ کا شمار سابقینِ اولین میں ہوتا ہے۔ یہ وہ عظیم المرتبت جماعت ہے جس نے انتہائی نامساعد حالات میں حق کو قبول کیا اور دینِ اسلام کی بنیادوں کو مضبوط کرنے میں بنیادی کردار ادا کیا۔

اسلام قبول کرنا اس دور میں محض عقیدے کی تبدیلی نہ تھی، بلکہ معاشرتی مخالفت، خاندانی دباؤ، اقتصادی مقاطعہ اور جسمانی اذیتوں کو دعوت دینے کے مترادف تھا۔ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بھی قبولِ اسلام کے بعد سخت مخالفت اور شدید آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑا۔

روایات کے مطابق آپ کے چچا نے آپ کو دینِ اسلام سے برگشتہ کرنے کے ارادے سے لوہے کی زنجیروں میں جکڑ دیا، شدید دھوپ میں ڈالے رکھا اور کئی روز تک قید میں بتلا رکھا۔ انہوں نے دباؤ ڈالتے ہوئے کہا کہ جب تک تم اسلام ترک نہیں کرو گے تمہیں رہائی نہیں ملے گی۔ مگر سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے غیر معمولی عزم، استقلال اور ایمانی بصیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے دو ٹوک الفاظ میں فرمایا:

"اللہ کی قسم! میں دینِ اسلام کو ہرگز نہیں چھوڑ سکتا اور ایمان کی اس عظیم نعمت سے کبھی دستبردار نہیں ہوں گا۔"

یہ واقعہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پختہ ایمان، عزمِ صمیم، صبر و استقامت اور حق پر ثابت قدمی کی نمایاں مثال ہے۔ ابتدائی دور کی یہ آزمائشیں اس حقیقت کو واضح کرتی ہیں کہ آپ نے اسلام کو محض ایک نظریے کے طور پر نہیں بلکہ اپنی پوری زندگی کے نصب العین کے طور پر اختیار کیا تھا اور اس راہ میں ہر قسم کی قربانی دینے کے لیے آمادہ تھے۔

ہجرت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تعلق:

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو یہ منفرد شرف حاصل ہے کہ آپ نے دینِ اسلام کی سربلندی اور تحفظِ ایمان کی خاطر دو عظیم ہجرتیں کیں: پہلی ہجرت حبشہ کی طرف اور دوسری مدینہ منورہ کی جانب۔ یہ اعزاز آپ کے جذبۂ قربانی، صدقِ ایمان اور دعوتِ حق سے گہری وابستگی کا واضح مظہر ہے۔

جب مکہ مکرمہ میں مسلمانوں پر کفارِ قریش کے مظالم شدت اختیار کر گئے اور دعوتِ اسلام کے پیروکاروں کے لیے حالات نہایت دشوار ہو گئے تو اللہ تعالیٰ کے حکم اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اجازت سے مسلمانوں کو حبشہ کی طرف ہجرت کی اجازت دی گئی۔ اس موقع پر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ ان اولین اصحاب میں شامل تھے جنہوں نے راہِ حق میں اپنا وطن، گھر بار اور معاشرتی آسائشیں چھوڑ کر ہجرت کا دشوار مرحلہ اختیار کیا۔ بعد ازاں دیگر صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی وہاں پہنچے۔ اور ہجرتِ مدینہ کے بعد بھی سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اسلامی معاشرے کی تشکیل، دین کی نصرت اور ریاستِ مدینہ کے استحکام میں نہایت مؤثر کردار ادا کیا۔ آپ کی حیاتِ مبارکہ عبادت، ایثار، سخاوت، حسنِ اخلاق اور خدمتِ دین کا جامع نمونہ تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی حیا، شرافت، پاکیزہ کردار اور سخاوت کو خصوصی قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعدد مواقع پر آپ کے فضائل و مناقب بیان فرمائے اور امت کے سامنے آپ کے بلند مقام کو واضح کیا۔ اسی سلسلے میں حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لِكُلِّ نَبِيٍّ رَفِيقٌ وَرَفِيقِي - يَعْنِي فِي الْجَنَّةِ - عُثْمَانُ.(مشکوٰۃ المصابیح، رقم الحدیث: 6070)

"ہر نبی کا ایک رفیق ہوتا ہے اور جنت میں میرا رفیق عثمان ہیں۔"

یہ ارشادِ نبوی سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بلند روحانی مقام، قربِ نبوی اور ان کے غیر معمولی فضائل کا واضح مظہر ہے۔ آپ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تعلق محض خاندانی نسبت تک محدود نہ تھا، بلکہ ایمان، وفاداری، نصرتِ دین اور کامل اطاعت پر قائم ایک مضبوط روحانی اور عملی تعلق تھا، جس نے آپ کو تاریخِ اسلام کی ممتاز ترین شخصیات میں شامل کر دیا۔

بیعتِ رضوان اور علمی و مشاورتی مقام:

سن 6 ہجری میں جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمرہ کی ادائیگی کے ارادے سے مکہ مکرمہ کا سفر فرمایا تو مقامِ حدیبیہ پر قریشِ مکہ کی جانب سے جنگی تیاریوں

کی اطلاعات موصول ہوئیں۔ اس نازک اور حساس موقع پر نبی کریم ﷺ نے سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو سفیرِ اسلام کی حیثیت سے مکہ مکرمہ روانہ فرمایا تاکہ قریش کے ساتھ مذاکرات کیے جائیں اور صورتِ حال کو پرامن انداز میں حل کیا جا سکے۔

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی مکہ میں موجودگی کے دوران قریش نے آپ کو وقتی طور پر روک لیا، جس کے نتیجے میں مسلمانوں کے لشکر تک یہ خبر پہنچی کہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا ہے۔ اس افواہ نے صورتحال کو نہایت حساس بنا دیا۔ اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ایک تاریخی بیعت لی، جس کا مقصد یہ تھا کہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کی صورت میں قصاص لیا جائے گا۔ یہ عظیم الشان عہد و پیمان تاریخِ اسلام میں ''بیعتِ رضوان'' کے نام سے معروف ہے، جسے قرآنِ کریم نے بھی رضائے الٰہی کے اعلان کے ساتھ یاد فرمایا ہے۔ بعد ازاں جب اصل حقیقت واضح ہوئی کہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ بحفاظت موجود ہیں، تو قریشِ مکہ صلح پر آمادہ ہو گئے اور اس کے نتیجے میں صلحِ حدیبیہ کی تاریخی دستاویز وجود میں آئی۔ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ بخیریت واپس اسلامی لشکر میں تشریف لائے۔

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شخصیت محض عبادت و سخاوت تک محدود نہ تھی بلکہ آپ علمی، انتظامی اور مشاورتی امور میں بھی نہایت بلند مقام رکھتے تھے۔ آپ خلیفۂ اول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مجلسِ شوریٰ کے ممتاز رکن تھے، جب کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں ان کے وصیت نامے کی تحریر کا شرف بھی آپ ہی کو حاصل ہوا۔ یہ ذمہ داری آپ کے اعتماد، علمی بصیرت اور ریاستی امور میں مہارت کا واضح ثبوت ہے۔

دینی و فقہی معاملات میں سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی رائے کو خصوصی اہمیت حاصل تھی۔ آپ نہ صرف کاتبِ وحی تھے بلکہ قرآنِ کریم کے حافظ، اس کے معانی و مضامین سے گہری واقفیت رکھنے والے اور آیاتِ قرآنی کے شانِ نزول کے ماہرین میں شمار ہوتے تھے۔ اسی علمی بصیرت نے آپ کو امت کے اندر ایک معتبر علمی و مشاورتی مقام عطا کیا۔

فیاضی و سخاوت:

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ سخاوت، جود و کرم، ایثار اور مالی قربانی کے روشن ترین پیکر تھے۔ آپ کے معروف القاب میں سے ایک لقب ''غنی'' بھی ہے، اور حقیقتاً آپ اس لقب کے کامل مصداق تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فراوانیِ مال و دولت سے نوازا تھا، مگر آپ نے اس نعمت کو ذاتی آسائش اور دنیاوی نمود و نمائش کے بجائے دینِ اسلام کی خدمت، مسلمانوں کی فلاح و بہبود اور اجتماعی مصالح کے لیے وقف کر رکھا تھا۔ آپ کا مال ہمیشہ نصرتِ اسلام، رفاہِ عامہ اور اہلِ ایمان کی ضروریات پوری کرنے میں صرف ہوتا رہا۔

اگرچہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی پوری زندگی انفاق فی سبیل اللہ سے عبارت ہے، تاہم غزوۂ تبوک کے موقع پر آپ کی مالی سخاوت اپنی نمایاں ترین صورت میں جلوہ گر ہوتی ہے۔ یہ وہ مرحلہ تھا جب اسلامی لشکر شدید مالی تنگی اور وسائل کی کمی کا سامنا کر رہا تھا۔ ایسے نازک وقت میں سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بڑی مقدار میں اونٹ، گھوڑے، چاندی اور ایک ہزار دینار بارگاہِ نبوی میں پیش کیے۔ آپ کی اس بے مثال مالی قربانی سے خوش ہو کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَا ضَرَّ عُثْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ الْيَوْمِ مَرَّتَيْنِ(سنن الترمذی، رقم الحديث: 3701)

''آج کے بعد عثمان جو بھی عمل کریں، انھیں کوئی نقصان نہ ہوگا۔''

سیرت نگاروں نے اس حقیقت کو نمایاں طور پر بیان کیا ہے کہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے اجتماعی معاملات میں غیر معمولی دلچسپی لیتے تھے۔ خصوصاً غزوات کے مواقع پر اسلحہ، سواریاں، فوجی ساز و سامان اور راشن کی فراہمی میں آپ کا کردار نہایت نمایاں تھا۔ آپ کی سخاوت محض شخصی خیرات تک محدود نہ تھی، بلکہ اسلامی معاشرے کی اجتماعی ضروریات کے لیے ایک منظم اور وسیع تر خدمت کی صورت رکھتی تھی۔

بئرِ رومہ کی خریداری:

ہجرتِ مدینہ کے بعد مسلمانوں کو پینے کے میٹھے پانی کی شدید قلت کا سامنا تھا۔ مدینہ منورہ میں ''بئرِ رومہ'' نامی ایک کنواں موجود تھا، جس کا مالک ایک یہودی شخص تھا اور جہاں سے پانی قیمتاً حاصل کیا جاتا تھا۔ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کی اس بنیادی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے یہ کنواں بڑی رقم کے عوض خرید لیا اور اسے مسلمانوں بلکہ تمام انسانوں کے لیے وقف کر دیا۔ آپ کے اس عظیم رفاہی اقدام کو رسول اللہ ﷺ نے قدر و تحسین کی نگاہ سے دیکھا اور آپ کو جنت کی بشارت عطا فرمائی۔ اس واقعے سے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے جذبۂ ایثار، رفاہی شعور اور انسانی خدمت کے احساس کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

مسجد نبوی کی توسیع میں خدمات :

مدینہ منورہ میں مسلمانوں کی تعداد میں مسلسل اضافے کے باعث مسجدِ نبوی کی توسیع کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اس موقع پر رسول اکرم ﷺ کی ترغیب پر سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مسجد سے متصل زمین خرید کر مسجد نبوی میں شامل کر دی۔ روایات کے مطابق آپ نے یہ زمین بھاری مالی قیمت ادا کر کے حاصل کی، جس کے نتیجے میں مسجد میں عبادت گزاروں کے لیے خاطر خواہ وسعت پیدا ہو گئی۔ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی یہ خدمت محض ایک مالی تعاون نہ تھی، بلکہ شعائرِ اسلام کے احترام، دینی شعور اور اجتماعی مصالح کے ساتھ گہری وابستگی کی واضح دلیل تھی۔

جمع و تدوینِ قرآن کا عظیم کارنامہ :

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی نمایاں ترین اور تاریخ ساز خدمات میں سے ایک اہم خدمت قرآنِ مجید کی جمع و تدوین اور اس کی معیاری اشاعت ہے، جس کے باعث آپ کو امتِ مسلمہ میں ''جامع القرآن'' کے عظیم الشان لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ وہ کارنامہ ہے جس نے نہ صرف قرآنِ کریم کے تحفظ کو یقینی بنایا بلکہ امت کے اندر فکری و قراءتی وحدت کو بھی برقرار رکھا۔

اگرچہ قرآنِ مجید کو پہلی مرتبہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں کتابی صورت میں جمع کر لیا گیا تھا، تاہم اسلامی فتوحات کے دائرہ وسیع ہونے کے ساتھ ساتھ مختلف علاقوں میں قراءت کے اسالیب میں بعض اختلافات سامنے آنے لگے۔ یہ اختلافات اگرچہ لغوی اور لہجوں کی نوعیت کے تھے، لیکن امت میں انتشار کے خدشے کو جنم دینے لگے۔ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے، جو آرمینیہ اور آذربائیجان کے محاذوں پر مختلف قراءتیں دیکھ چکے تھے، اس صورتِ حال کی سنگینی کو محسوس کرتے ہوئے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی توجہ اس مسئلے کی طرف مبذول کروائی۔ اس پر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے نہایت بصیرت اور دور اندیشی کے ساتھ فوری اور فیصلہ کن اقدام فرمایا۔

آپ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں تیار کردہ مستند مصحف منگوا کر اس کی بنیاد پر ایک معیاری نسخہ تیار کرنے کا حکم دیا اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سمیت ممتاز صحابۂ کرام پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی۔ اس کمیٹی نے لغتِ قریش کو معیار قرار دیتے ہوئے قرآنِ کریم کو باقاعدہ مصاحف کی صورت میں مرتب کیا، اور ان کی متعدد نقول تیار کر کے اسلامی ریاست کے مختلف مراکز میں روانہ کی گئیں۔ ساتھ ہی ساتھ، امت کے اندر وحدتِ قراءت اور فکری انتشار کے خاتمے کے لیے غیر مستند یا ذاتی طور پر لکھے گئے مصاحف کو ختم کرنے کا فیصلہ بھی کیا گیا، تاکہ قرآنِ کریم اپنی اصل، محفوظ اور متفقہ صورت میں امت کے پاس باقی رہے۔

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا یہ عظیم الشان اقدام محض انتظامی فیصلہ نہیں تھا، بلکہ یہ قرآنِ کریم کے تحفظ، امت کی وحدت اور دینی استحکام کے لیے ایک تاریخی اور دور رس اثرات رکھنے والا کارنامہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ یہ عمل اسلامی تاریخ میں ہمیشہ ایک بنیادی دینی خدمت اور امت پر احسانِ عظیم کے طور پر یاد رکھا جائے گا۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ : اخلاق، حیا، استقامت اور شہادت

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اخلاقِ عالیہ، صفاتِ حمیدہ، عاداتِ شریفہ اور خصائلِ کریمہ کے جامع اور کامل نمونہ تھے۔ آپ کی پوری شخصیت نرم مزاجی، حلم و بردباری، عفو و درگزر، سخاوت اور عبادت گزاری کا حسین امتزاج تھی، جس نے آپ کو امتِ مسلمہ میں ایک ممتاز اور منفرد مقام عطا کیا۔ امت مسلمہ میں ''کامل الحیاء والایمان'' کے الفاظ بطورِ خاص آپ ہی کے شان میں ذکر کیے جاتے ہیں، آپ کی سب سے نمایاں صفت حیا تھی، جسے رسول اللہ ﷺ نے خصوصی طور پر سراہا۔ آپ کی پاکیزگیِ نفس اور رفعتِ کردار کا اندازہ اس حدیثِ نبوی سے ہوتا ہے جس میں حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا :

أَلَا أَسْتَحْيِي مِنْ رَجُلٍ تَسْتَحْيِي مِنْهُ الْمَلَائِكَةُ(صحیح مسلم، رقم الحدیث: 2401)

''میں اس شخص سے کیسے حیا نہ کروں جس سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔''

اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا :

فَإِنَّهُ مِنْ أَشْبَهِ أَصْحَابِي بِي خُلُقًا.(فضائل الصحابة، لأحمد بن حنبل، رقم الحديث: 718)

''بے شک عثمان میرے صحابہ میں اخلاق کے اعتبار سے سب سے زیادہ میرے مشابہ ہیں۔''

اور ایک اور موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

وَأَصْدَقُهُمْ حَيَاءً عُثْمَانُ.(سنن الترمذی، رقم الحديث: 3791)

''اور سب سے زیادہ سچی حیاء والے عثمان ہیں۔''

یہ محض تعریفی کلمات نہ تھے بلکہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی پوری زندگی ان اوصاف کی عملی تصویر تھی۔ آپ نہ صرف زہد و عبادت کے پیکر تھے بلکہ علمی اعتبار سے بھی بلند مقام رکھتے تھے۔ آپ ''کاتبِ وحی'' تھے، قرآنِ کریم کے معانی، مضامین اور شانِ نزول سے گہری واقفیت رکھتے تھے، اور دینی و انتظامی امور میں آپ کی رائے کو ہمیشہ قدر و منزلت حاصل رہی۔ یہی بلند اخلاقی اوصاف تھے جنہوں نے آپ کو زندگی بھر حق، صداقت اور استقامت کے راستے پر ثابت قدم رکھا۔ آپ کی حیاتِ مبارکہ میں صبر، ایثار اور دینِ اسلام کی خدمت کا وہ رنگ نمایاں ہے جو شخصیت کو صرف باوقار ہی نہیں بلکہ تاریخ ساز بنا دیتا ہے۔

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کے آخری برسوں میں فتنہ انگیز عناصر نے امت کے اندر بے بنیاد الزامات اور انتشار کو ہوا دی۔ حالات رفتہ رفتہ اس حد تک پہنچ گئے کہ مدینہ منورہ میں آپ کے گھر کا محاصرہ کر لیا گیا۔ یہ وہ لمحہ تھا جب ایک طرف امت کا اضطراب تھا اور دوسری طرف خلیفۂ وقت کی عظیم بصیرت، تدبر اور صبر کا امتحان۔ ان سخت حالات میں بھی سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے نہایت تحمل، بردباری اور حکمت کے ساتھ امت کے خون کو بچانے کی ہر ممکن کوشش کی۔ آپ جانتے تھے کہ یہ وہ آزمائش ہے جس کی خبر رسول اللہ ﷺ پہلے ہی دے چکے ہیں، اس لیے آپ پورے یقین اور اطمینان کے ساتھ اپنے موقف پر قائم رہے۔ شدید دباؤ کے باوجود آپ نے خلافت سے دستبردار ہونے سے انکار کیا، کیونکہ آپ کے نزدیک امت کی وحدت ذاتی راحت سے کہیں زیادہ قیمتی تھی۔

روایات کے مطابق شہادت کے دن آپ حالتِ روزہ میں تھے۔ آپ نے خواب میں رسول اللہ ﷺ، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دیکھا جو آپ کو اپنے ساتھ افطار کی بشارت دے رہے تھے۔ بیدار ہونے کے بعد آپ نے اپنے اہلِ خانہ سے فرمایا کہ اب وقتِ وصال قریب معلوم ہوتا ہے۔ اس موقع پر آپ نے اپنے متعدد غلام آزاد کیے اور نہایت سکون و اطمینان کے ساتھ قرآنِ کریم کی تلاوت میں مشغول ہو گئے۔ آپ کی زندگی کا آخری منظر عبادت، رضا اور تسلیم و توکل کا ایک حسین امتزاج تھا۔ اسی حالت میں باغیوں نے حملہ کیا جب سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے سامنے قرآنِ مجید کھلا ہوا تھا اور آپ تلاوت فرما رہے تھے۔ روایات کے مطابق اس وقت آپ کے سامنے یہ آیتِ مبارکہ تھی:

فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ [البقرة: 137]

''پس اللہ آپ کے لیے ان کے مقابلے میں کافی ہوگا، اور وہ خوب سننے والا، خوب جاننے والا ہے۔''

اور یوں 18 ذوالحجہ 35 ہجری کو جمعہ کے دن، تقریباً بیاسی (82) برس کی عمر میں سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ حالتِ روزہ میں شہید کر دیے گئے۔ محدود صحابۂ کرام اور اہلِ خانہ نے نہایت دشوار حالات میں آپ کی تجہیز و تکفین اور تدفین کا انتظام کیا۔

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی سیرت اس حقیقت کی روشن دلیل ہے کہ ایمان جب حیا سے مزین ہو، اخلاق جب حلم سے آراستہ ہوں، اور قیادت جب صبر و استقامت سے عبارت ہو، تو انسان محض ایک حکمران نہیں رہتا بلکہ امت کے لیے ایک دائمی مثال بن جاتا ہے۔

آپ کی زندگی یہ پیغام دیتی ہے کہ دین کی خدمت صرف فتوحات، دولت یا اقتدار سے نہیں بلکہ اخلاق، قربانی، تحمل اور حق پر ثابت قدمی سے بھی ہوتی ہے۔ اسی لیے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شخصیت رہتی دنیا تک حیا، استقامت اور خدمتِ اسلام کا روشن مینار بنی رہے گی۔

دامادِ رسول، خلیفہ ثالث، جامع القرآن، کاتبِ وحی،
ناشرِ قرآن، پیکرِ شرم وحیا، شہیدِ مظلوم

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ذوالنورین

۱۸ ذی الحجہ

یومِ شہادت

حدیث نبوی ﷺ

عَنْ أَنَس بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: «صَعِدَ النّبِيُّ ﷺ إِلَى أُحُدٍ، وَمَعَهُ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ، فَرَجَفَ بِهِمْ فَضَرَبَهُ بِرِجْلِهِ قَالَ: اثْبُتْ أُحُدُ، فَمَا عَلَيْكَ إِلّا نَبِي أَو صِدِّيقٌ، أَوْ شَهِيدَانِ».

(صحیح البخاری، رقم الحدیث: 3686)

ترجمہ:

انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ احد پہاڑ پر چڑھے تو آپ کے ساتھ ابو بکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم بھی تھے، پہاڑ لرزنے لگا تو نبی کریم ﷺ نے اپنے پاؤں سے اسے مارا اور فرمایا ”احد! ٹھہرا رہ کہ تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہی تو ہیں“۔

قربانی کا حاصل

ارسلان احمد خان

قرآن اکیڈمی کورنگی

اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے جو انسان کو عبادات کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے جوڑنے کے ساتھ ساتھ اخلاق، محبت، ایثار اور انسانیت کا درس بھی دیتا ہے۔ انہی عظیم عبادات میں سے ایک اہم عبادت قربانی ہے۔ عیدالاضحیٰ کے مبارک موقع پر دنیا بھر کے مسلمان اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے جانور قربان کرتے ہیں۔ یہ عمل محض ایک رسم یا تہوار نہیں بلکہ اپنے اندر ایک عظیم روحانی پیغام رکھتا ہے۔ قربانی دراصل حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی بے مثال اطاعت، صبر اور وفاداری کی یادگار ہے۔ اس عبادت کے ذریعے مسلمان اپنے رب کے سامنے یہ عہد کرتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہر حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے کے لیے تیار ہیں۔

قربانی کا لفظ ''قرب'' سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں ''نزدیکی حاصل کرنا''۔ یعنی قربانی کا اصل مقصد اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا ہے۔ جب بندہ اپنی پسندیدہ چیز اللہ کی رضا کے لیے قربان کرتا ہے تو وہ اللہ کے قریب ہو جاتا ہے۔ اسلام میں قربانی کا یہی حقیقی فلسفہ ہے کہ انسان اپنی خواہشات، نفس اور خودغرضی کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع کر دے۔

قربانی کی تاریخ بہت پرانی ہے۔ قرآنِ مجید میں حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹوں ہابیل اور قابیل کی قربانی کا ذکر بھی موجود ہے، لیکن قربانی کی سب سے عظیم مثال حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ وہ اپنے بیٹے کو اللہ کی راہ میں قربان کر رہے ہیں۔ چونکہ انبیائے کرام علیہم السلام کے خواب سچے ہوتے ہیں، اس لیے انہوں نے اللہ کے حکم کی تعمیل کا فیصلہ کیا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے بھی صبر اور رضامندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرمایا:

''اے ابا جان! آپ کو جو حکم ملا ہے اسے انجام دیجیے، ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں پائیں گے۔'' [الصافات: 102]

یہ واقعہ اطاعت، وفاداری اور قربانی کی اعلیٰ ترین مثال ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس عظیم قربانی کو قبول فرمایا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی جگہ جنت سے مینڈھا بھیج دیا۔ اسی یاد میں قیامت تک آنے والے مسلمانوں پر قربانی کو مشروع کیا گیا۔

قربانی انسان کے اندر تقویٰ پیدا کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں فرمایا:

''اللہ کو نہ ان کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ ان کا خون، بلکہ اسے تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔'' [الحج: 37]

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ قربانی کا اصل مقصد دکھاوا یا نمود و نمائش نہیں بلکہ دل کی پاکیزگی اور اخلاص ہے۔ اگر انسان صرف رسم پوری کرے لیکن اس کے دل میں تقویٰ نہ ہو تو قربانی کی روح حاصل نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالیٰ انسان کے ظاہر کو نہیں بلکہ اس کے دل اور نیت کو دیکھتا ہے۔

قربانی ایثار اور ہمدردی کا درس بھی دیتی ہے۔ عیدالاضحیٰ کے موقع پر مسلمان اپنے اعزا و اقارب، پڑوسیوں اور غریبوں میں گوشت تقسیم کرتے ہیں۔ اس عمل سے معاشرے میں محبت، بھائی چارہ اور مساوات پیدا ہوتی ہے۔ غریب اور نادار لوگ بھی خوشیوں میں شریک ہو جاتے ہیں۔

اسلام نے ہمیشہ انسانیت کی خدمت اور ضرورت مندوں کی مدد پر زور دیا ہے۔ قربانی کے ذریعے مالدار لوگوں کو احساس ہوتا ہے کہ معاشرے کے کمزور طبقات کا بھی ان پر حق ہے۔

آج کے دور میں جب معاشرہ خود غرضی، حسد اور مادہ پرستی کا شکار ہو چکا ہے، قربانی ہمیں بے لوث محبت اور ایثار کا پیغام دیتی ہے۔ قربانی کا تقاضا صرف جانور ذبح کرنا نہیں بلکہ اپنی بری عادتوں، تکبر، حسد، جھوٹ، لالچ اور گناہوں کو بھی قربان کرنا ہے۔ اگر انسان قربانی کی اصل روح کو سمجھ لے تو اس کی زندگی میں مثبت تبدیلی آسکتی ہے۔

قربانی اتحادِ امت کا بھی ایک خوبصورت مظہر ہے۔ دنیا بھر کے مسلمان ایک ہی وقت میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے قربانی کرتے ہیں۔ رنگ، نسل، زبان اور قومیت کے فرق کے باوجود سب مسلمان ایک ہی جذبے کے تحت یہ عبادت انجام دیتے ہیں۔ اس سے امتِ مسلمہ کے اتحاد اور اخوت کا پیغام ملتا ہے۔

قربانی ہمیں اللہ کی راہ میں ہر چیز قربان کرنے کا حوصلہ دیتی ہے۔ انسان جب اللہ کے حکم کے لیے اپنا مال خرچ کرتا ہے تو اس کے دل سے دنیا کی محبت کم ہوتی ہے اور آخرت کی فکر بڑھتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قربانی کو اسلام میں بہت بڑی عبادت قرار دیا گیا ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے قربانی کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''قربانی کے دن انسان کا کوئی عمل اللہ کے نزدیک خون بہانے (قربانی کرنے) سے زیادہ محبوب نہیں۔'' (سنن الترمذی، رقم الحدیث: 1493)

ایک اور حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''جس شخص میں قربانی کی وسعت ہو اور وہ قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے۔'' (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: 3123)

ان احادیث سے قربانی کی فضیلت اور اہمیت واضح ہوتی ہے۔ اسلام میں قربانی صرف عبادت ہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت اور وفاداری کا اظہار بھی ہے۔

آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم قربانی کی اصل روح کو سمجھیں۔ صرف مہنگے جانور خریدنا، نمود و نمائش کرنا یا مقابلہ بازی کرنا قربانی کا مقصد نہیں۔ اصل مقصد اخلاص، تقویٰ اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا ہے۔ اگر ہم قربانی کے فلسفے کو اپنی عملی زندگی میں اپنا لیں تو معاشرے سے نفرت، خود غرضی اور بے حسی ختم ہو سکتی ہے۔

آخر میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ قربانی ایک عظیم عبادت، بہترین اخلاقی تربیت اور انسانیت کی خدمت کا درس ہے۔ یہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت، صبر، ایثار، محبت اور بھائی چارے کی تعلیم دیتی ہے۔ قربانی کا حقیقی حاصل یہی ہے کہ انسان اپنے رب کا فرمانبردار بن جائے اور اپنی زندگی کو اسلامی تعلیمات کے مطابق ڈھال لے۔ اگر مسلمان قربانی کی روح کو سمجھ کر اس پر عمل کریں تو انفرادی اور اجتماعی زندگی میں بے شمار مثبت تبدیلیاں پیدا ہو سکتی ہیں۔

رمضان 2026ء نوجوان اور قرآن

دورۂ ترجمہ قرآن کی ایک ایمان افروز دعوتی جدوجہد

محمد حاذق

سابق طالب علم قرآن اکیڈمی کورنگی

رمضان المبارک 2026ء ابھی کچھ ہی عرصے قبل ہم سے رخصت ہوا ہے، لیکن اس کی روحانی ساعتیں، ایمان افروز لمحات اور قرآن حکیم کے نور سے معمور فضا آج بھی دلوں میں تازگی و فرحت کا احساس دلاتی ہیں۔ یہ وہ مبارک مہینہ ہے جس کے بارے میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ [البقرہ: 185]

رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا، جو انسانوں کے لیے سراسر ہدایت ہے اور ایسی واضح تعلیمات پر مشتمل ہے جو راہِ راست دکھانے والی اور حق و باطل کا فرق کھول کر رکھ دینے والی ہیں۔

رمضان دراصل قرآن مجید کا مہینہ ہے۔ یہ مہینہ صرف بھوک اور پیاس برداشت کرنے کا نام نہیں، بلکہ اپنے دل، اپنی سوچ، اپنی ترجیحات اور اپنی زندگی کو قرآن کے تابع کرنے کا نام ہے۔ یہی وہ پیغام تھا جسے محترم ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی پوری زندگی میں اجاگر کیا کہ امت مسلمہ کی حقیقی بیداری اور اسلام کی نشأۃ ثانیہ صرف ''رجوع الی القرآن'' ہی سے ممکن ہے۔

اسی فکر اور اسی دردِ دل کے تحت اس سال رمضان 2026ء میں قرآن اکیڈمی کورنگی کے شعبہ ایلومنائی سے منسلک چند نوجوان ساتھیوں نے باہمی مشاورت کے دوران ایک عہد کیا — ایک ایسا عہد جس کے پیچھے امت کے نوجوانوں کی فکر، ان کے ایمان کی حفاظت اور ان کے دلوں کو قرآن سے جوڑنے کی شدید تڑپ موجود تھی۔

یہ احساس بار بار دلوں کو بے چین کر رہا تھا کہ آج کا نوجوان رمضان جیسی بابرکت راتوں کو نائٹ میچز، گیمز، موبائل اسکرینز، سوشل میڈیا اور مختلف سیریز دیکھنے میں گزار دیتا ہے۔ تراویح کے اوقات، عبادت کی قیمتی گھڑیاں اور شب قدر جیسے بیش قیمت لمحات غفلت کی نذر ہو جاتے ہیں۔ دلوں میں یہ درد شدت اختیار کرتا گیا کہ اہلِ حق اگر نوجوانوں تک قرآن حکیم کا پیغام نہیں پہنچائیں گے، تو باطل قوتیں ان کے اذہان و قلوب پر قبضہ جمائیں گی۔

اسی کیفیت میں یہ طے پایا کہ ہم اس سال اپنی استطاعت بھر یہ کوشش کریں گے کہ نوجوانوں کا رمضان قرآن کے ساتھ گزرے، ان کے دل قرآن مجید سے جڑیں، ان کی سوچ قرآن حکیم سے روشن ہو، اور ان کے اندر اللہ کی طرف رجوع کی کیفیت پیدا ہو۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے: فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ [الذاریات: 50] پس دوڑو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف۔

چنانچہ انھی خطوط پر مشاورت میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ کوچنگ سینٹرز اور اسکولوں میں ''تراویح مع دورۂ ترجمہ قرآن'' کی دعوت کو عام کیا جائے۔ مقصد صرف ایک پروگرام کروانا نہیں تھا، بلکہ نوجوان نسل کے دلوں میں قرآن کی عظمت، رمضان کی حقیقت اور آخرت کی فکر کو زندہ کرنا تھا۔

ابتدائی مرحلے میں ایک ساتھی نے مکمل سیشن کا اسٹرکچر اور اسکرپٹ تیار کیا۔ کسی نے مختلف سینٹرز سے رابطہ کیا، کسی نے مقامی نظم سے اجازت اور رہنمائی کے معاملات انجام دیے۔ جب ابتدائی خاکہ تیار ہو گیا تو اس کے اہم نکات، اندازِ گفتگو اور پریزینٹیشن کو مؤثر بنانے کے طریقے واٹس ایپ کے ذریعے دیگر ساتھیوں تک پہنچا دیے گئے۔ مقصد یہ تھا کہ گفتگو صرف معلوماتی نہ رہے، بلکہ دلوں پر اثر انداز ہونے والی ہو۔ ہر ساتھی نے پھر اپنے ذوق اور

انداز کے مطابق اس میں مناسب ردوبدل کیا، لیکن اصل روح اور پیغام ایک ہی رہا: ''اے نوجوانو! قرآن کی طرف لوٹ آؤ''۔۔۔۔ اور یوں بعد از مشاورت تیاری مکمل ہوئی۔

دو ساتھیوں نے استقبالِ رمضان کے پروگرامات اور دیگر مصروفیات سے وقتی رخصت لے کر خود کو مکمل طور پر اس دعوتی مہم کے لیے وقف کر دیا۔ پھر یہ حضرات مختلف کوچنگ سینٹرز اور اسکولوں تک پہنچتے، ذمہ داران سے ملاقات کرتے اور طلبہ کے سامنے نشست منعقد کرنے کی اجازت طلب کرتے رہے۔

دعوتِ دین کا راستہ ہمیشہ پھولوں سے بچھا نہیں ہوتا۔ کہیں سرد مُہری ملی، کہیں خاموش انکار، اور کہیں بمشکل ایک نشست کی اجازت دے کر احسان جتایا گیا۔ لیکن کہیں ایسے دروازے بھی کھلے جہاں نہایت محبت اور اپنائیت کے ساتھ خوش آمدید کہا گیا، بلکہ بار بار آنے اور مزید نشستیں کرنے کو اعزاز سمجھا گیا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا وعدہ ہے:

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ [العنکبوت: 69]

جو لوگ ہماری خاطر مجاہدہ (خوب کوشش) کریں گے، انہیں ہم لازماً اپنے راستے دکھائیں گے اور یقیناً اللہ نیکوکاروں ہی کے ساتھ ہے۔

الحمد للہ جہاں جہاں پیش ہوئے، وہاں طلبہ کی دلچسپی، خاموش توجہ اور بعد میں کیے گئے سوالات اس بات کی گواہی دیتے رہے کہ نوجوانوں کے دل آج بھی حق کی پکار سننے کے لیے تیار ہیں، بس انہیں محبت، حکمت اور اخلاص کے ساتھ مخاطب کرنے کی ضرورت ہے۔

یہ سیشن روایتی انداز تک محدود نہیں تھے، بلکہ انہیں نفسیاتی ترتیب (Psychological Arrangement) اور انسانی تجسس کو مدنظر رکھتے ہوئے خاص طور پر ڈیزائن کیا گیا تھا، تاکہ بات ذہن سے گزر کر دل کی گہرائیوں تک اتر جائے۔ یہی وجہ تھی کہ مختلف عمر کے طلبہ کی جانب سے نہایت مثبت اور حوصلہ افزا ردِعمل سامنے آیا۔

الحمد للہ تقریباً 200 سے 250 طلبہ و طالبات تک کوچنگ سینٹرز میں قرآن حکیم کی دعوت پہنچی، جب کہ اسکولوں میں بھی بڑی تعداد میں طلبہ کے سامنے یہ پیغام رکھا گیا۔

اس پورے سفر میں ایک خوبصورت کیفیت یہ بھی رہی کہ جب کسی مقام پر کوئی نشست مکمل ہوتی، تو ساتھی مل بیٹھ کر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا شکر ادا کرتے، منعقدہ سیشن پر باہم تبادلہ خیال کرتے اور اس خوشی کو محسوس کرتے کہ شاید آج کسی نوجوان کے دل میں قرآن کے لیے محبت کی ایک شمع روشن ہوگئی ہو۔ ہر روز کی کارروائی واٹس ایپ گروپ کے ذریعے تمام ساتھیوں تک پہنچتی رہی، جس سے ایک طرف حوصلہ افزائی ہوتی رہی اور دوسری طرف باقی احباب کے اندر بھی جذبہ بیدار ہوتا رہا۔

بعد ازاں جب مقامی نظم کو اس سرگرمی کی تفصیلات معلوم ہوئیں، تو اس کوشش کو بے حد سراہا گیا اور نوجوانوں کی اس دعوتی محنت کو ایک ''امید افزا قدم'' قرار دیا گیا۔

جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ. (صحيح البخاری، رقم الحديث: 5027) تم میں سے بہترین وہ ہے جو قرآن مجید سیکھے اور سکھائے۔

آج جب کہ دنیا بے شمار ذرائع استعمال کرتے ہوئے نوجوان نسل کے دل و دماغ کو اپنی گرفت میں لے رہی ہے، ایسے میں قرآن حکیم کی دعوت لے کر نوجوانوں کے درمیان پہنچنا — یہ ایک عظیم مشن ہے، ایک خاموش جہاد ہے، اور امت کی حقیقی خدمت ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان تمام ساتھیوں کی محنت، اخلاص، قربانی اور دردِ دل کو قبول فرمالے۔ ان کے اس عمل کو نوجوان نسل کی ہدایت کا ذریعہ بنائے اور ہمیں بھی ان لوگوں میں شامل فرمائے جن کے بارے میں فرمایا گیا: اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ هُدًى [الکھف: 13] وہ چند نوجوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لے آئے تھے اور ہم نے انہیں ہدایت میں ترقی بخشی تھی۔ آمین یارب العالمین

مصنوعی ذہانت، انسانی مستقبل اور اسلامی شریعت ایک تجزیہ

احمد حمدی

استاذ قرآن انسٹیٹیوٹ گلستان جوہر

تمہید: تاریخ کے اہم ترین موڑ پر

انسانی تاریخ گواہ ہے کہ جب بھی کوئی بڑی ٹیکنالوجی متعارف ہوئی، اس نے انسانی رہن سہن کو بدل کر رکھ دیا۔ پہیہ کی ایجاد ہو یا بجلی کی دریافت، ہر دور نے ایک انقلاب دیکھا۔ لیکن آج ہم جس دہلیز پر کھڑے ہیں، یہ پچھلے تمام انقلابات سے مختلف اور کہیں زیادہ پیچیدہ ہے۔ آج کا موضوع ''مصنوعی ذہانت'' (Artificial Intelligence - AI) ہے۔ یہ محض ایک ٹول یا اوزار نہیں ہے جسے استعمال کر کے رکھ دیا جائے، بلکہ یہ ایک ایسا نظام ہے جو انسانی ''ذہانت'' کی نقل کر رہا ہے۔

آج ہماری معیشت، سیاست، جنگی حکمتِ عملی، نظامِ تعلیم، صحت اور یہاں تک کہ ہماری نجی زندگیوں کے فیصلے الگورتھمز (Algorithms) کے ہاتھ میں جا رہے ہیں۔ بحیثیت مسلمان، ہمیں اس طوفان میں آنکھیں بند کر کے بہنا نہیں ہے، بلکہ اپنی دینی اقدار اور بصیرت کی روشنی میں اپنا راستہ متعین کرنا ہے۔

مصنوعی ذہانت (AI) کیا ہے؟ ایک سادہ تفہیم

عام فہم زبان میں مصنوعی ذہانت سے مراد کمپیوٹر کے ایسے پروگرامز ہیں جو وہ کام کر سکیں جن کے لیے عام طور پر انسانی عقل کی ضرورت ہوتی ہے۔ مثلاً دیکھنا، سننا، بات سمجھنا، ترجمہ کرنا اور فیصلے لینا۔ اس کی دو بنیادی اقسام کو سمجھنا ضروری ہے:

1. Narrow AI (محدود ذہانت): یہ وہ اے آئی ہے جو آج ہمارے پاس موجود ہے۔ یہ کسی ایک خاص کام میں ماہر ہوتی ہے۔ جیسے آپ کے موبائل کا لاک چہرے سے کھلنا، یا گوگل میپس کا راستہ بتانا۔ یہ اپنی حد تک بہترین ہے لیکن اس میں شعور نہیں۔
2. General AI (عمومی ذہانت): یہ مستقبل کا وہ تصور ہے جہاں مشین انسان کی طرح ہر معاملے میں سوچ سکے، محسوس کر سکے اور تخلیق کر سکے۔ ابھی دنیا اس منزل تک نہیں پہنچی لیکن سفر جاری ہے۔

بنیادی شرعی موقف: ٹیکنالوجی اور اباحت

اسلامی فقہ کا ایک سنہری اصول ہے: الْأَصْلُ فِي الْأَشْيَاءِ الْإِبَاحَةُ. (یعنی اشیا میں اصل جواز ہے، جب تک کہ حرمت کی کوئی دلیل نہ آ جائے۔) یہ اسلامی فقہ کا ایک متفقہ ''قاعدہ کلیہ'' ہے۔ اسے علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''الاشباہ والنظائر'' میں اور ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''الاشباہ والنظائر'' (القاعدۃ اباحت) میں بیان کیا ہے۔

مصنوعی ذہانت بذاتِ خود (Per se) حرام یا حلال نہیں ہے۔ یہ ایک ''آلہ'' (Tool) ہے۔ جیسے چھری سبزی کاٹنے کے لیے بھی استعمال ہو سکتی ہے اور کسی کا گلا کاٹنے کے لیے بھی۔ بالکل اسی طرح، اے آئی کا حکم اس کے استعمال (Usage)، نیت (Intention) اور نتائج (Consequences) پر منحصر ہے۔ اگر یہ انسانیت کے لیے خیر لا رہی ہے تو یہ نعمت ہے، اور اگر یہ فساد کا سبب ہے تو یہ فتنہ ہے۔

مقاصدِ شریعہ کی کسوٹی پر اے آئی کا تفصیلی تجزیہ :

اسلامی شریعت کے پانچ بنیادی مقاصد ہیں جن کی حفاظت ہر حال میں ضروری ہے۔ آئیے دیکھتے ہیں کہ مصنوعی ذہانت ان پانچ مقاصد پر کیسے اثر انداز ہو رہی ہے :

1. حفظِ دین (دین کی حفاظت)

• مثبت پہلو : آج اے آئی کی مدد سے قرآن کریم کے الفاظ کی تلاش، احادیث کی تخریج اور دینی مواد تک رسائی آسان ترین ہو گئی ہے۔ جو کام کرنے میں علما کو مہینوں لگتے تھے، اب سیکنڈوں میں ہو رہے ہیں۔

• خطرہ : سب سے بڑا خطرہ ''فتویٰ سازی'' میں مشین کا دخل ہے۔ دین صرف معلومات (Data) کا نام نہیں، بلکہ اس میں ''تقویٰ'' اور ''سیاق و سباق'' (Context) ضروری ہے۔ اگر لوگ علما کو چھوڑ کر ''چیٹ بوٹس'' سے فتاویٰ لینے لگیں گے تو گمراہی کا دروازہ کھل جائے گا۔ مشین میں ''خشیتِ الٰہی'' نہیں ہوتی، لہٰذا وہ دین کی روح کو نہیں سمجھ سکتی۔

2. حفظِ النفس (انسانی جان کی حفاظت)

• مثبت پہلو : طبی میدان (Healthcare) میں اے آئی ایک مسیحا بن کر ابھری ہے۔ کینسر کی ابتدائی تشخیص ہو یا پیچیدہ سرجری میں روبوٹس کی مدد، اس سے انسانی جانیں بچائی جا رہی ہیں جو عین اسلامی منشا ہے۔

• خطرہ : دوسری جانب ''خودکار مہلک ہتھیار'' (Lethal Autonomous Weapons) ہیں۔ ایسی مشینیں جو انسانی مداخلت کے بغیر میدانِ جنگ میں قتل کا فیصلہ کریں گی۔ شریعت میں قتل و قتال کے سخت اصول ہیں، اگر ایک مشین غلطی سے بے گناہوں کو مار دے تو قصاص کس سے لیا جائے گا؟ یہ انسانی جان کی بے توقیری ہے۔

3. حفظِ العقل (عقل و شعور کی حفاظت)

• مثبت پہلو : پیچیدہ ڈیٹا کا تجزیہ کرنے اور نئی تحقیقات میں یہ انسانی عقل کی معاون ہے۔

• خطرہ : لیکن کیا ہم اپنی عقل کو مشین کے حوالے (Outsource) کر رہے ہیں؟ طلبہ کا ہوم ورک سے لے کر ریسرچ تک سب کچھ AI سے لکھوانا ان کی اپنی تخلیقی صلاحیتوں کو زنگ لگا رہا ہے۔ اسلام ''تدبر'' اور ''تفکر'' کا حکم دیتا ہے، اگر سوچنے کا کام مشین کرے گی تو انسانی عقل مفلوج ہو جائے گی۔

4. حفظِ النسل (نسل اور خاندان کی حفاظت)

• خطرہ : یہ اس وقت سب سے نازک محاذ ہے۔ سوشل میڈیا کے الگورتھمز اس طرح ڈیزائن کیے گئے ہیں کہ وہ بے حیائی اور فحاشی کو وائرل کرتے ہیں۔ ڈیپ فیک (Deepfake) ٹیکنالوجی کے ذریعے کسی بھی شریف انسان کی جعلی نازیبا ویڈیو بنانا اب ممکن ہو چکا ہے۔ یہ ''چادر اور چار دیواری'' کے تصور اور خاندانی نظام پر براہِ راست حملہ ہے۔ پرائیویسی کا ختم ہونا نسلوں کے لیے تباہ کن ہے۔

5. حفظِ المال (مال اور معیشت کی حفاظت)

• مثبت پہلو : پیداوار میں اضافہ اور معاشی ترقی

• خطرہ : دولت کا ارتکاز (Concentration of Wealth)۔ اگر فیکٹریاں مکمل روبوٹس چلائیں گی تو مزدور کہاں جائے گا؟ اسلام معاشی گردش اور عدل کا قائل ہے۔ اگر اے آئی صرف چند سرمایہ داروں کی جیبیں بھرے اور عوام کو بے روزگار کر دے تو یہ معاشی ظلم ہے. جس کی روک تھام ریاست کی ذمہ داری ہے۔

قرآن وسنت کی روشنی میں اخلاقی ضوابط :

ہمیں مغرب کے بنائے ہوئے قوانین کے بجائے اپنے دین سے رہنمائی لینی چاہیے۔ اے آئی کے استعمال کے لیے تین بنیادی اسلامی اصول یہ ہیں :

1. عدل (Justice) اور غیر جانبداری

قرآن کا حکم ہے : اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ. [النحل: 90]۔

اے آئی سسٹمز اکثر تعصب (Bias) کا شکار ہوتے ہیں۔ مثلاً اگر کوئی بھرتی کرنے والا سافٹ ویئر گوروں کو ترجیح دے اور کالوں کو رد کر دے، یا مردوں کو عورتوں پر بلاوجہ ترجیح دے۔ بحیثیت مسلمان ڈویلپر اور صارف، ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم ایسے سسٹمز بنائیں جو ہر قسم کے تعصب سے پاک ہوں اور سب کے ساتھ عدل کریں۔

2. امانت (Trust) اور پرائیویسی

نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: ''جس میں امانت نہیں، اس کا ایمان نہیں۔'' (مسند احمد بن حنبل، رقم الحديث: 12567 بروايت حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ مشكوة المصابيح، كتاب الايمان)

ہمارا ڈیٹا (تصاویر، گفتگو، لوکیشن) ایک امانت ہے۔ بڑی ٹیکنالوجی کمپنیاں اگر صارفین کی اجازت کے بغیر ان کا ڈیٹا بیچتی ہیں یا ان کی جاسوسی کرتی ہیں تو یہ ''خیانت'' ہے۔ قرآن نے ''تجسس'' (جاسوسی) سے سختی سے منع کیا ہے۔ لہٰذا سرویلنس (Surveillance) کے نام پر شہریوں کی نجی زندگی میں جھانکنا حرام ہے۔

3. صدق (Truth) اور جعل سازی کا خاتمہ

قرآن نے فرمایا: ''سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔'' [التوبة: 119]

آج اے آئی کے ذریعے ''فیک نیوز'' اور جھوٹ کا طوفان برپا ہے۔ آواز کی نقل اتارنا یا جھوٹی خبریں گھڑنا اب منٹوں کا کھیل ہے۔ اسلام دھوکا دہی کی ہر شکل کو رد کرتا ہے۔ اے آئی کو جھوٹ پھیلانے کے لیے استعمال کرنا ''شہادتِ زور'' (جھوٹی گواہی) کے زمرے میں آتا ہے جو کبیرہ گناہ ہے۔

انسانی کرامت کا سوال: انسان یا مشین؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ آدَمَ [الاسراء: 70] (اور ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی)۔

سب سے اہم فلسفیانہ نکتہ یہ ہے کہ مشین کتنی ہی ذہین کیوں نہ ہو جائے، اس کے پاس ''روح'' نہیں ہے، اس کے پاس ''ضمیر'' نہیں ہے۔ وہ اخلاقی ذمہ داری محسوس نہیں کر سکتی۔ ہمیں مستقبل میں ایسا معاشرہ تشکیل دینے سے بچنا ہے جہاں انسان مشین کا غلام بن جائے۔ ٹیکنالوجی کو خادم ہونا چاہیے، مخدوم نہیں۔ استاد، ڈاکٹر، اور جج کی کرسی پر انسان ہی کو ہونا چاہیے کیونکہ ان پیشوں کا تعلق صرف حساب کتاب سے نہیں بلکہ ''احساس'' اور ''رحم'' سے بھی ہے۔

عملی لائحہ عمل: اب ہمیں کیا کرنا چاہیے؟

مسائل کے انبار کے سامنے مایوس ہونے کے بجائے ہمیں تین سطحوں پر کام کرنے کی ضرورت ہے:

1. انفرادی سطح پر (Individual Level):

- فکری بیداری: اے آئی کو آلہ دین کا چراغ نہ سمجھیں، بلکہ اسے ایک کیلکولیٹر کی طرح کا ٹول سمجھیں۔
- ڈیجیٹل پردہ: اپنی اور اپنے گھر والوں کی تصاویر اور ویڈیوز بلا ضرورت اے آئی ایپس (جیسے چہرہ بدلنے والی ایپس) کو نہ دیں۔ یاد رکھیں، انٹرنیٹ پر کچھ بھی ڈیلیٹ نہیں ہوتا۔
- علم میں برکت: علم حاصل کرنے کے لیے شارٹ کٹس کے بجائے اصل محنت (Hard work) کو ترجیح دیں۔ اے آئی سے مدد لیں لیکن انحصار نہ کریں۔

2. ادارہ جاتی سطح پر (Institutional Level):

- نگران کونسلز کا قیام: علما، ٹیکنالوجی کے ماہرین اور سماجی دانشوروں پر مشتمل بورڈز بنائے جائیں جو اے آئی پروڈکٹس کا شرعی آڈٹ (Audit) کریں۔
- اخلاقی ٹریننگ: مسلم انجینئرز اور آئی ٹی پروفیشنلز کو ٹیکنیکل ٹریننگ کے ساتھ ساتھ ''اخلاقیات'' (Ethics) بھی پڑھائی جائیں۔

3. ریاستی و ملی سطح پر (National Level):

- قانون سازی: ڈیٹا کی حفاظت اور اے آئی کے غلط استعمال کو روکنے کے لیے سخت قوانین بنائے جائیں۔

- ٹیکنالوجی میں خودکفالت: امتِ مسلمہ کو محض ''صارف'' (Consumer) بننے کے بجائے اس ٹیکنالوجی کا ''خالق'' (Creator) بننا ہوگا۔ جب تک ہم اپنی اقدار کے مطابق الگورتھمز نہیں بنائیں گے، ہم دوسروں کی اقدار کے غلام رہیں گے۔

حرفِ آخر:

خلاصہ یہ ہے کہ مصنوعی ذہانت ایک دودھاری تلوار ہے۔ یہ جنت کا راستہ بھی آسان کر سکتی ہے اور جہنم کا بھی۔ فیصلہ ہمارے ہاتھ میں ہے۔ ہمیں ماضی میں رہنے کے بجائے جدید دور کے چیلنجز کو قبول کرنا ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ ہمارے ایک ہاتھ میں ''جدید سائنس'' ہو اور دوسرے ہاتھ میں ''قرآن وسنت کی ابدی ہدایت''۔ یہی وہ توازن ہے جو ہمیں دنیا اور آخرت کی سرخروئی دلا سکتا ہے۔

ماہانہ رپورٹ برائے آئینۂ انجمن

قرآن اکیڈمی ڈیفنس

مؤرخہ 6 اپریل 2026ء سے رجوع الی القرآن کورس کے 33 ویں بیچ کا آغاز ہوا۔ جس میں ابتداءً 25 حضرات اور 25 خواتین جب کہ آن لائن شرکت کرنے والوں کی تعداد 65 ہے۔ رواں ماہ خصوصی محاضرات کے ذیل میں ''عشرہ ذی الحجہ: فضائل ومسائل'' (استاذ عاطف محمود صاحب) کا لیکچر منعقد ہوا۔
ہر سال کی طرح اس سال بھی بچوں اور بچیوں کے لیے علیحدہ علیحدہ سمر اسلامک کیمپ کا انعقاد کیا جائے گا جس میں جونیئر گروپ (6 تا 10 سال کے بچے وبچیاں) کی کلاسز دوپہر 2:00 تا 3:00 بجے، جب کہ ٹین ایجر گروپ (11 تا 14 سال کے لڑکے ولڑکیاں) کی کلاسز 3:30 تا 4:30 بجے منعقد ہوں گی۔ کورس کا دورانیہ تین ہفتے جب کہ کلاسز پیر تا جمعرات منعقد ہوں گی۔
مدرسہ کے تمام شعبوں میں تدریسی سرگرمیاں معمول کے مطابق جاری رہیں۔ عید الاضحیٰ کی تعطیلات 25 مئی تا 3 جون 2026ء رہیں گی۔
ششماہی امتحان 24 جون 2026ء کو منعقد ہوگا، جب کہ ناظرہ کے چار اور حفظ کے ایک طالب علم نے تکمیلِ قرآن کی سعادت حاصل کی۔
دوران ماہ مسجد میں پہلا جمعہ سہیل راؤ صاحب، دوسرا جمعہ شجاع الدین شیخ صاحب جب کہ تیسرا، چوتھا اور پانچواں جمعہ محمد نعمان صاحب نے خطبہ ارشاد فرمایا۔
نیز مؤرخہ 27 مئی 2026ء عید الاضحیٰ کی نماز کا اہتمام کیا گیا جس میں جناب عامر خان صاحب نے مدرس وامام کے فرائض انجام دیے۔
دوران ماہ مسجد میں دو نکاح کی تقریبات منعقد ہوئیں۔

قرآن اکیڈمی یٰسین آباد

رجوع الی القرآن کورس 27-2026 (سال اول سیکشن اے) میں 69 حضرات اور 113 خواتین، رجوع الی القرآن کورس (سال اول سیکشن بی) میں 48 حضرات اور رجوع الی القرآن کورس (سال دوم) میں 24 حضرات اور 20 خواتین شرکت کر رہے ہیں۔
رجوع الی القرآن کورس (سال اول سیکشن اے، بی) کے تحت ''اسلام کی نشأۃ ثانیہ کرنے کا اصل کام (فکر اسلامی)'' (استاذ ڈاکٹر انوار علی ابرار صاحب)، اور ''عشرہ ذی الحجہ اور عید الاضحیٰ: فضائل ومسائل (خصوصی محاضرہ)'' (استاذ حافظ حذیفہ محمود صاحب) کے موضوعات پر لیکچرز منعقد ہوئے۔
حلقات ودورات دینیہ کے تحت اس وقت ''دورۂ ترجمہ قرآن (بعد نماز عشاء)''، ''مختصر درس قرآن (اہل محلہ/نمازی حضرات کے لیے بعد نماز ظہر)''، ''سلسلہ وار دورۂ ترجمہ قرآن (خواتین)''، ''دراسات دینیہ سال اول ودوم''، ''مختصر درس حدیث (اہل محلہ/نمازی حضرات بعد نماز عصر)'' اور ''تجوید القرآن سہ پہر'' جاری ہے، جس میں اوسط تعداد 250 کے قریب ہوتی ہے۔
مدرسۃ القرآن للحفظ والقراءۃ میں درجہ حفظ کے تحت 96 طلبہ اور درجہ قاعدہ کے تحت 16 طلبہ جب کہ درجہ ناظرہ میں 18 طلبہ زیر تعلیم ہیں۔ جب کہ مدرسۃ البنین والبنات (سہ پہر 2:30 تا 4:30) کے تحت درجہ قاعدہ میں 145 اور درجہ ناظرہ کے تحت 103 طلبہ وطالبات زیر تعلیم ہیں۔ علاوہ ازیں مغرب تا عشاء حلقہ میں مقیم طلبہ کرام اور اہل محلہ وگردونواح کے حضرات کے لیے ناظرہ قرآن کا انعقاد بھی کیا جاتا ہے۔

ماہِ رواں ''عشرہ ذی الحجہ'' کے موضوع پر شعبہ بنین میں جناب سید مصطفیٰ صاحب اور شعبہ بنات میں ناظمہ صاحبہ نے تدریس کا اہتمام فرمایا۔

شعبہ دعوت و تبلیغ کے تحت رواں ماہ پہلا جمعہ، ''ایمان اور اس کے حصول کے ذرائع'' (محترم سید سلیم الدین صاحب) جب کہ دوسرا جمعہ ''عشرہ ذی الحجہ: فضائل و مسائل'' اور تیسرا جمعہ ''قربانی کا حقیقی مقصد اور حکمت'' (محترم عاطف محمود صاحب) نے خطبہ ارشاد فرمایا۔

مسجد میں دو نکاح کی تقریبات منعقد ہوئیں۔

شعبہ تصنیف و تالیف کے تحت ڈاکٹر اسرار احمد ؒ کے منتخب نصاب (تفصیلی ویڈیوز) حصہ چہارم درس نمبر (17) بعنوان ''جہاد فی سبیل اللہ سورۃ الصف کی روشنی میں'' حصہ ششم و ہفتم کی فورمیٹنگ، ترمیم و ترتیب اور تصحیح مکمل کی گئی جب کہ حصہ ہشتم پر کام جاری ہے۔ اسی طرح منتخب نصاب کے حصہ چہارم درس نمبر (18) بعنوان انقلاب نبوی ﷺ کا اساسی منہاج: ''افراد کی تیاری کا نبوی ﷺ طریقہ کار'' حصہ سوم کی فورمیٹنگ، ترمیم و ترتیب اور تصحیح مکمل کی گئی، جب کہ حصہ چہارم پر کام جاری ہے۔

آئینہ انجمن ماہ مئی کو تیار کیا گیا۔ آئینہ انجمن ماہِ مئی شمارے کی مکمل نظرثانی و تصحیح کی گئی۔ علاوہ ازیں آئینہ انجمن کے لیے ایک ڈیزائن بھی بنایا گیا۔

نیز ماہنامہ آئینہ انجمن کے لیے ایک تفصیلی مضمون بعنوان ''قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی ؒ: حیات و خدمات اور عہد کا پس منظر'' تیار کیا گیا۔

پیغام قرآن کے تحت سورۃ الطلاق کی کمپوزنگ مکمل ہو چکی ہے جب کہ سورۃ التحریم کی کمپوزنگ جاری ہے۔

شعبہ سوشل میڈیا کے تحت درج ذیل امور انجام دیے گئے: ''دعوتی پروگرام امیر تنظیم اسلامی حلقہ کراچی جنوبی (پرومو)''، ''خواتین کورس قرآن اکیڈمی یاسین آباد''، ''دراسات دینیہ قرآن اکیڈمی یاسین آباد''، ''آج کی دعا: استاذ سید محمد مصطفی صاحب (پرومو)''، ''آج کی آیت: استاذ محمد ارشد صاحب (پرومو)''، ''3 خطاب جمعہ کے کلپس: 52 (پرومو)'' اور ''جھلکیاں - تقریب تقسیم اسناد و دستار بندی - قرآن اکیڈمی یاسین آباد (پرومو)''۔

قرآن اکیڈمی کورنگی

رجوع الی القرآن کورس سال 27-2026 میں 17 حضرات 42 خواتین شریک ہیں۔ رواں ماہ خصوصی محاضرات کے ذیل میں ''عشرہ ذی الحجہ: فضائل و مسائل''، (استاذ عاطف محمود صاحب) اور ''حضرت ابراہیم علیہ السلام کی داستان عظیمت'' (استاذ انجینئر نعمان اختر صاحب) کے موضوعات پر لیکچرز منعقد ہوئے۔

مدرسۃ القرآن للحفظ والقراءۃ قرآن اکیڈمی کورنگی للبنین والبنات میں شعبہ بنین کے درجہ حفظ میں کل 47 جب کہ درجہ قاعدہ و ناظرہ میں 107 طلبہ اور شعبہ بنات میں 129 طالبات جب کہ بڑی عمر کی خواتین کی ناظرہ قرآن میں 26 خواتین زیرِ تعلیم ہیں۔

شعبہ حفظ کے ایک طالب علم نے قرآن کی تکمیل کی سعادت حاصل کی۔ علاوہ ازیں شعبہ بنین میں 3 طلبہ نے قاعدہ کی تکمیل کی سعادت حاصل کر کے درجہ ناظرہ میں منتقل ہوئے، جب کہ شعبہ ناظرہ سے 3 طلبہ نے ناظرہ قرآن کی تکمیل حاصل کر کے درجہ حفظ میں داخلہ حاصل کیا۔

درجہ حفظ کے طلبہ میں مطالعہ قرآن حکیم کے چار اسباق کی تدریس بعنوان ''قرآن اور صاحبِ قرآن'' کی تکمیل ہوئی۔ اسی طرح آدابِ زندگی کا مطالعہ بھی جاری ہے۔

شعبہ بنات میں درجہ قاعدہ کی طالبات کے لیے ''بڑوں کا ادب''، ''حضرت آدم علیہ السلام''، ''شان نبی کریم ﷺ بزبان قرآن'' اور ''اللہ کی تعریف (سورۃ الفاتحہ)''، درجہ ناظرہ کی طالبات کے لیے ''عید الاضحی اور فلسفۂ قربانی''، ''سلام کے آداب'' اور ''عشرہ ذی الحجہ'' جب کہ ناظرہ قرآن کی خواتین کے لیے ''حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا'' اور ''حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما'' کے موضوعات پر خصوصی لیکچرز منعقد ہوئے۔

قرآن اکیڈمی کورنگی شعبہ خواتین کے تحت جاری امور خانہ داری و تربیتی کورس میں 14 طالبات شرکت کر رہی ہیں۔ نیز ان طالبات کے لیے ''سورۃ التغابن رکوع اول اور فلسفۂ قربانی'' کے موضوع پر ایک تربیتی لیکچر منعقد کیا گیا۔

دعوت و تبلیغ کے ضمن میں قرآن اکیڈمی کورنگی سے متصل جامع مسجد طیبہ میں دورانِ ماہ تنظیم اسلامی کے تحت سلسلہ وار دورہ ترجمہ قرآن میں سورۃ ھود کا بیان جاری ہے۔ مدرس کی ذمہ داری صدرِ انجمن خدام القرآن سندھ، جناب انجینئر نعمان اختر صاحب نے ادا فرماتے ہیں،

جس میں اوسطاً 70 حضرات نے شرکت کی۔

دی ہوپ اسلامک اسکول

پرائمری کلاس سے آٹھویں کلاس کے طلبہ و طالبات کے لیے سالانہ تقریب تقسیم انعامات کا انعقاد کیا گیا۔ نیز پریپ کلاس کے طلبہ کے لیے سمر ایکٹیویٹی کا انعقاد کیا گیا۔

اساتذہ کی میٹنگ کی روداد: ترجمہ قرآن: دوسرا پارہ (دوسرا رکوع)۔ مطالعہ حدیث: معارف الحدیث (کتاب الاعتصام بالکتاب و سنۃ)۔ مطالعہ کتب: راہِ نجات۔ تعلیمی مذاکرہ بعنوان: ''میرا رویہ''۔ طلبہ کی کارکردگی پر خصوصی ڈسکشن اور دیگر قابل توجہ امور پر غور کیا گیا۔

قرآن انسٹیٹیوٹ گلستان جوہر

رواں ماہ رجوع الی القرآن کورس (27-26) میں 41 حضرات اور 45 خواتین سمیت کل 89 شرکا شرکت کر رہے ہیں۔ رواں ماہ خصوصی محاضرات کے ذیل میں ''عشرہ ذی الحجہ'' (جناب عاطف محمود صاحب)، ''قرآن مجید کے حقوق'' (جناب انجینئر عثمان علی صاحب)، ''تنظیم الاوقات'' (جناب حمزہ علی خان صاحب) اور ''محرم الحرام: فضائل و مسائل'' (جناب محمد ارشد صاحب) کے موضوعات پر لیکچرز منعقد ہوئے۔

بعد از نماز فجر ''درس قرآن و حدیث'' (جناب ندیم گیلانی اور قاری غلام اکبر صاحبان)، بعد از نماز عصر ''درس حدیث'' (قاری غلام اکبر صاحب)، بعد از نماز ظہر ''اصلاحی خطبات اور خلاصہ مضامین قرآن'' (جناب جمیل صاحب) اور بعد از نماز فجر ''تجوید'' (قاری محمد ارسلان صاحب) جاری ہے۔

واٹس ایپ پر ''عربی گرامر'' کے ساتویں بیج کا اعلان کیا گیا، جس کا آغاز جون 2026ء میں ہوگا۔ اسی طرح بچوں اور بچیوں کے لیے سمر کورس کا نصاب مرتب کیا گیا، جو 22 جون سے شروع ہوگا، علاوہ ازیں ہفتہ وار قرآن فہمی کورس کے آغاز کے لیے بھی تیاریاں جاری ہیں۔ رواں ماہ آئینہ انجمن کے لیے مضامین تیار کر کے شعبہ تصنیف و تالیف کو ارسال کیے گئے۔

مدرسۃ القرآن میں قاعدہ و ناظرہ کی تعلیم کا سلسلہ جاری ہے، جہاں تقریباً 40 طلبہ زیر تعلیم ہیں۔

رواں ماہ خطبہ جمعہ کی سعادت مدیر ادارہ جناب ڈاکٹر انوار علی صاحب نے حاصل کی۔

قرآن انسٹیٹیوٹ لطیف آباد

قرآن انسٹیٹیوٹ لطیف آباد میں تسلسل کے ساتھ رجوع الی القرآن کورس میں تقریبا 25 حضرات اور 40 خواتین شریک ہیں۔ اس ماہ تین اسپیشل لیکچرز ''مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق'' اور ''دینِ اسلام کا جامع تصور'' (استاذ محمد خضر حیات شیخ صاحب) جب کہ ''عشرہ ذی الحجہ اور قربانی فضائل و مسائل'' (استاذ عاطف محمود صاحب) منعقد ہوئے۔

ان شاء اللہ عید الاضحی کے بعد شام کے اوقات میں مغرب کے بعد شارٹ کورس کا آغاز ہونے جا رہا ہے۔ جس کے مضامین درج ذیل ہیں:

1۔ تاریخ مغرب۔ 2۔ کچھ نامور شخصیات کی سوانح حیات۔ 3۔ سیرت صحابہ (عشرہ بشرہ)۔

اسی طرح 7 جون 2026ء سے ہفتہ وار تفسیر القرآن کورس کا آغاز ہوگا۔ جب کہ موسم گرما کی تعطیلات میں بچوں اور بچیوں کے لیے سمر تربیہ کیمپ اور ماہ جون میں رجوع الی القرآن کورس 2025-26 کی طالبات کی تقریب اسناد بھی منعقد کی جائے گی۔

مدرسۃ القرآن برائے قاعدہ و ناظرہ میں اور بعد نمازِ مغرب بالغان کے لیے بھی قاعدہ و ناظرہ قرآن کی تعلیم اور بروز جمعہ بعد نمازِ مغرب تذکیر بالقرآن کے تحت درسِ قرآن کا سلسلہ جاری ہے۔

شعبہ سندھی تصنیف و تالیف کے تحت بانی تنظیم اسلامی و مؤسس انجمن خدام القرآن ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کے کتابچوں کا سندھی ترجمہ جاری ہے۔ اب تک دس (10) کتابچے مکمل ہو چکے ہیں اور مزید 5 کتابچوں پر کام جاری ہے۔ اس کے علاوہ مختصر بیان القرآن کے 10 پارے مکمل کر لیے

گئے ہیں جب کہ خلاصہ مضامینِ قرآن کا بھی ابتدائی ترجمہ ہوچکا ہے پروف ریڈنگ اور اس کے بعد کی تصحیحات ابھی باقی ہیں اور بیان القرآن (مفصل چار جلدوں والا) کی پہلی جلد کا بھی ابتدائی ترجمہ ہوچکا ہے۔

قرآن انسٹیٹیوٹ بحریہ ٹاؤن

الحمدللہ رجوع الی القرآن کورس سال اول جاری ہے۔ اس ماہ خصوصی محاضرات کے تحت ایک خصوصی لیکچر عید الاضحیٰ کی مناسبت سے ذی الحجہ کے بابرکت ایام اور مسائل کو سمجھنے کے لیے ''عشرہ ذی الحجہ اور عید الاضحیٰ'' (استاد عاطف محمود صاحب ناظم تعلیم قرآن اکیڈمی یاسین آباد) منعقد ہوا۔ قرآن انسٹیٹیوٹ میں A/C 6 چیلر یونٹس کا اضافہ ہوا جس کے بعد گرمی کی شدت میں خاطر خواہ کمی واقع ہوئی ہے۔ اسی طرح سولر پینل کی افادیت بڑھانے کے لیے بلڈنگ کی الیکٹرک وارنگ کو اپ ڈیٹ کیا گیا اور پینلز کی صفائی کے لیے ایک واٹر پریشر پمپ لگایا گیا تاکہ سولر پینلز کی صفائی مناسب طریقے سے ہوسکے۔

حفظ و ناظرہ بوائز و گرلز کی کلاسز جاری ہیں، اس ماہ گرمی کی شدت کی وجہ سے بچوں کے لیے ٹھنڈے مشروبات کا اہتمام کیا گیا اور بچوں کو بار بار وضو کرنے کی ترغیب دی گئی تاکہ بچے ہیٹ اسٹروک سے محفوظ رہیں۔ اس کے علاوہ بچوں کو تاکید کی گئی کہ پانی کثرت سے پیئیں اور اپنے ساتھ پانی کی بوتل ساتھ لائیں۔ عید الاضحیٰ کی تعطیلات میں بچوں کو منزل کی دوہرائی کا ہوم ورک دیا گیا اور یوم عرفہ کے دن روزہ رکھنے کی تلقین کی گئی۔

قرآن مرکز لانڈھی

مدرسۃ القرآن للحفظ والقراءۃ للبنین والبنات میں شعبہ بنین کے درجہ حفظ میں 55 جب کہ درجہ قاعدہ و ناظرہ میں 44 طلبہ اور شعبہ بنات میں 43 طالبات زیر تعلیم ہیں۔

حلقات و دورات دینیہ کے تحت حضرات کے لیے بعد نماز عشاء 'عربی گرامر، تجوید القرآن، آداب زندگی اور دروس اللغۃ العربیہ' جب کہ خواتین کے لیے سہ پہر 3:00 تا 4:30 'تجوید القرآن اور آداب زندگی' کی کلاسز کا آغاز کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں ماہانہ درس (برائے خواتین) کا دوپہر کے اوقات میں انعقاد کیا گیا۔

ہفتہ وار درسِ قرآن (بروز جمعہ) میں سورۃ الانبیاء کا مطالعہ جاری ہے۔ امیر لانڈھی تنظیم و ناظم مرکز محترم محمد ہاشم صاحب درس کی ذمہ داری ادا فرماتے ہیں۔

شعبۂ ملٹی میڈیا

خطباتِ جمعہ (محترم شجاع الدین شیخ صاحب):

ماہِ اپریل 2026ء میں محترم شجاع الدین شیخ صاحب کے درج ذیل موضوع پر ہونے والے خطبہ جمعہ کی ویڈیو ریکارڈنگ کی گئی جسے انجمن اور تنظیم اسلامی کی ویب سائٹ اور سوشل میڈیا پر شائع کیا گیا:

ہمیشہ رہنے والی دولت | ڈیجیٹل فاسٹنگ | اسلام آباد مذاکرات، صہیونی شرارتیں اور اُمت مسلمہ کا لائحہ عمل
تبصرہ: مسجد اقصیٰ پر صہیونی جارحیت۔۔۔مذاکرات میں بے جا مطالبات۔۔۔امت مسلمہ کا اتحاد
تذکرہ: توحید عملی کے تقاضے۔۔۔1 آیت 10 باتیں

خطباتِ جمعہ (محترم انجینئر نعمان اختر صاحب):

ماہِ اپریل 2026ء میں محترم انجینئر نعمان اختر صاحب کے درج ذیل موضوع پر ہونے والے خطباتِ جمعہ کی آڈیو ریکارڈنگ کی گئیں جنھیں انجمن کے ویب سائٹ پر اپلوڈ کیا گیا:

حقیقی مسرت کا دینی فلسفہ / رمضان المبارک کے بعد کرنے کے کام	ہمارا گھر ہماری ذمہ داری | تعلق زوجین - بمنزلہ لباس
ہمارا گھر ہماری ذمہ داری / تعلق زوجین / اسرائیل میں انسانیت سوز بل کی منظوری - اُمت مسلمہ کا طرز عمل	

خطباتِ جمعہ (محترم عامر خان صاحب):

ماہِ اپریل 2026ء میں محترم عامر خان صاحب کے درج ذیل موضوع پر ہونے والے خطباتِ جمعہ کی آڈیو ریکارڈنگ کی گئیں جنھیں انجمن کے ویب سائٹ پر اپلوڈ کیا گیا:

دعوت الی اللہ	مضامین سورۃ الکہف (درس نمبر 01)

خطباتِ جمعہ (محترم ڈاکٹر محمد الیاس صاحب):

ماہِ اپریل 2026ء میں محترم ڈاکٹر محمد الیاس صاحب کے درج ذیل موضوع پر ہونے والے خطباتِ جمعہ کی آڈیو ریکارڈنگ کی گئیں جنھیں انجمن کے ویب سائٹ پر اپلوڈ کیا گیا:

توبہ اور شکر کرنے کی اہمیت

ماہ رواں میں درج ذیل امور سر انجام دیے گئے: محترم انجینئر نعمان اختر صاحب کا دورۂ ترجمہ قرآن 2026ء جو کہ گلستان جوہر میں منعقد ہوا، اس کے تیسویں دن کا مصحف ریکارڈ کیا گیا اور ریکارڈنگ الگ بیک گراؤنڈ پر رکھ کر ایڈٹ کی گئی، جو کہ دو قسطوں پر مشتمل تھا، علاوہ ازیں مکمل دورے کی آرکائیونگ بھی کی گئی۔

محترم ڈاکٹر محمد الیاس صاحب کا Youth Meetup جو کہ قرآن اکیڈمی ڈیفنس میں منعقد ہوا، اس کی ایڈیٹنگ کی گئی۔ جس کا دورانیہ 2 گھنٹے 22 منٹ تھا۔ اسی طرح استاذ محمد نعمان صاحب کا عربی گرامر کورس جو کہ ریکارڈڈ ہے اس کی کلاس نمبر 18 تا 21 تک کی 4 کلاسز ایڈٹ کی گئی جس کی 1 کلاس کا کل دورانیہ 45 سے 60 منٹ ہے۔

رجوع الی القرآن کورس کی سالانہ تقریبِ تقسیم اسناد قرآن اکیڈمی میں منعقد ہوئی:

ملٹی میڈیا (SMD) پروجیکشن کے لیے مواد تیار کیا گیا۔ براہ راست قرآن چینل پر نشر کیا گیا۔ مکمل ریکارڈنگ کی گئی۔ بعد ازاں اسے علیحدہ علیحدہ قسطوں کی شکل دیکر اور علیحدہ Thumbnails بنا کر قرآن چینل پر نشر کیا گیا۔

مندرجہ ذیل کتابچوں کی آڈیو ریکارڈنگز کی گئیں:

1. قرآن مجید اور ہماری ذمہ داریاں (سندھی زبان میں)، جس کا دورانیہ 59 منٹ رہا۔
2. راہِ نجات، جس کا دورانیہ 1 گھنٹہ 55 منٹ رہا۔
3. مسلمانوں پر قرآنِ مجید کے حقوق (سندھی زبان میں)، جس کا دورانیہ 1 گھنٹہ 11 منٹ رہا، کتابچے کا آدھا حصہ ابھی باقی ہے۔

اور مندرجہ ذیل آڈیوز کی ایڈیٹنگ کی گئیں:

1. قرآن مجید اور ہماری ذمہ داریاں (سندھی زبان میں)۔
2. راہِ نجات۔

علاوہ ازیں نگرانِ انجمن جناب شجاع الدین شیخ صاحب کے خطابِ جمعہ کے درمیان 1 منٹ پر محیط 3 شارٹ کلپس ریکارڈ کر کے مرکز کو فراہم کیے گئے۔

رجوع الی القرآن کورس کی کلاس کے دوران 4 شارٹ کلپس ریکارڈ کیے گئے۔

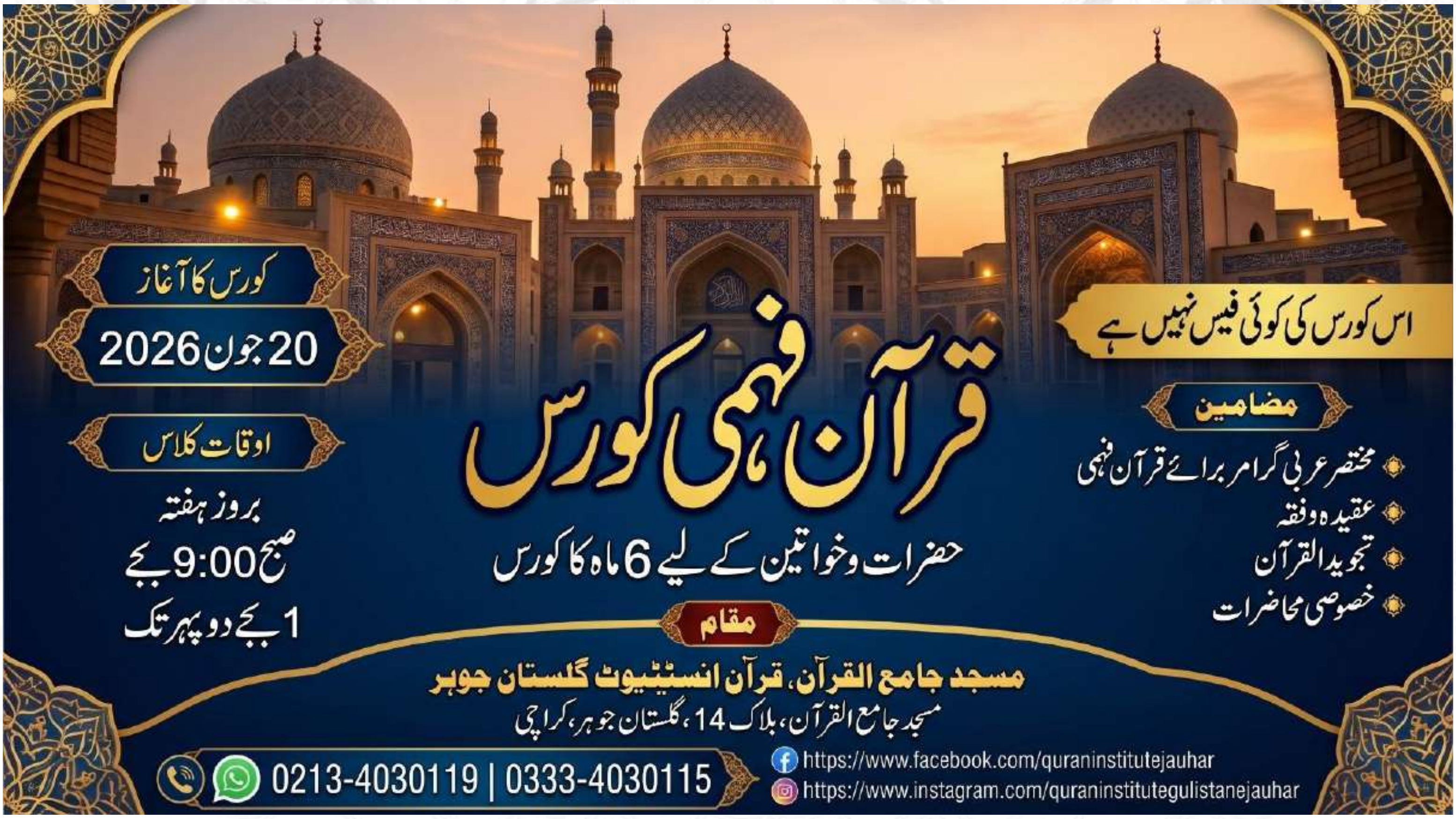

انجمن خدّام القرآن اغراض و مقاصد

انجمن خُدّامُ القرآن
سندھ، کراچی، رجسٹرڈ

انجمن خدام القرآن سندھ، کراچی کے قیام کا مقصد منبع ایمان اور سرچشمۂ یقین قرآن حکیم کے علم و حکمت کی وسیع پیمانے اور اعلیٰ علمی سطح پر تشہیر و اشاعت ہے۔ تاکہ اُمت مسلمہ کے فہیم عناصر میں تجدید ایمان کی ایک عمومی تحریک برپا ہوجائے اور اس طرح اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور غلبۂ دینِ حق کے دورِ ثانی کی راہ ہموار ہو سکے۔

انجمن خدّام القرآن سندھ، کراچی کے اغراض و مقاصد:

- عربی زبان کی تعلیم و ترویج۔
- قرآن مجید کے مطالعے کی عام ترغیب و تشویق۔
- علومِ قرآنی کی عمومی نشر و اشاعت۔
- ایسے نوجوانوں کی مناسب تعلیم و تربیت جو تعلّم و تعلیم قرآن کو اپنا مقصدِ زندگی بنالیں، اور
- ایک ایسی قرآن اکیڈمی کا قیام جو قرآنِ حکیم کے فلسفہ و حکمت کو وقت کی اعلیٰ ترین علمی سطح پر پیش کرسکے۔

☆☆☆

بانی: ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

مرکزی دفتر انجمن خدام القرآن سندھ، کراچی، رجسٹرڈ 375 – B، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ روڈ، بلاک 6، گلشن اقبال، کراچی۔ فون نمبر 7 – 34993436 – 021